سیرت خاتم الانبیاء

یعنی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مختصر مگر نہایت جامع و مستند سوانح عمری

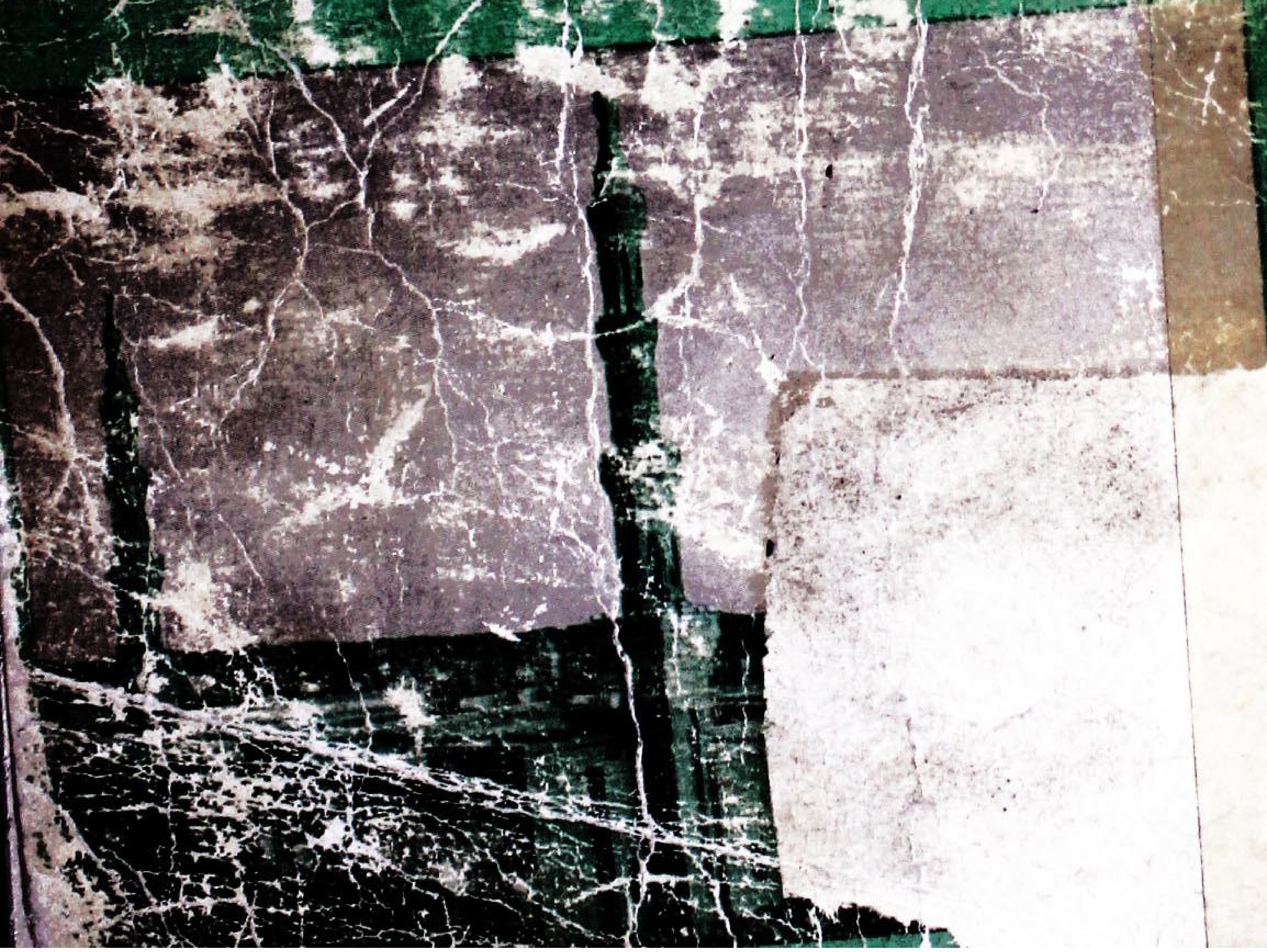

Marfat.com

P-51-

معجزات رسول الله
كرامات النبي
غزوات النبي
معراج النبي
ص 132

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ

اور ہم نے آپ کی خاطر آپ کا ذکر بلند کیا

سیرِ خاتم الانبیاء

یعنی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مختصر مگر نہایت جامع و مستند سوانح عمری

مُصنّفہ

مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ناشر

بیگم عائشہ باوانی وقف

پوسٹ بکس نمبر ۴۱۷۸ - کراچی ۲

اسلامی جمہوریہ پاکستان

Marfat.com

۲۹۷۶۹۹۲۱
مش ۲۸
24033

اشاعت اسلام کی اہمیت و ضرورت کے پیش نظر امید ہے کہ آپ اس کتاب کو خود مطالعہ کرنے کے بعد دوسروں کو بھی مستفید فرمائیں گے یا نزدیک کسی لائبریری میں دیدیں گے تاکہ زیادہ لوگ فائدہ حاصل کرسکیں۔

تاریخ اشاعت

۱۴۰۰ھ ۲۵۰۰۰

۱۴۰۲ھ ۱۰۰۰۱

باھتمام

اشرف پبلیکیشنز

اشرف منزل ۴۳۷/۵ - گارڈن ایسٹ - نزد سبیلہ چوک
کراچی نمبر ۵ - فون : ۷۶۴۸۸

طباعت ـــــــ قادر پرنٹرز
محمد بن قاسم روڈ کراچی

Marfat.com

فہرست مضامین

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
انتساب	۱۱	آپ کی اولاد حضرت خدیجہ سے	۲۸
مقدمہ	۱۲	آپ کی چاروں صاحبزادیاں	۳۰
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب نامہ	۱۵	ازواج مطہرات	
ولادت سے پہلے برکات کا ظہور	۱۶	تعددِ ازدواج پر مکمل بحث اور مخالفین کے شبہات کا رد	
ولادت باسعادت	״		
کل دنیا کی تاریخ		آپ کے بعض اقارب اور خدام	۴۱
آپ کے والد ماجد کی وفات	۱۹	بناء کعبہ کے وقت آپ کو تمام قریش نے امین تسلیم کرلیا۔	۴۲
رضاعت وطفولیت	״		
آفتابِ نبوت حلیمہ کے گھر میں		عطاء نبوت	۴۳
آپ کا سب سے پہلا کام	۲۱	دنیا میں اشاعت اسلام کی صورت	״
آپ کی والدہ ماجدہ کی وفات	۲۳	اعلاناً دعوتِ اسلام	۴۵
عبدالمطلب کی وفات	۲۴	تمام عرب کی مخالفت	۴۶
سفرِ شام	״	تمام عرب کے مقابلہ میں آپ کا جواب۔	۴۷
یہود کے ایک بڑے عالم کی پیشین گوئی۔	״	قریش کی ایذا رسانی	۴۸
دوبارہ سفرِ شام	۲۵	آپ کا معجزہ	״
حضرت خدیجہ سے نکاح	۲۶	قریش کا آپ کو ہر قسم کی طمع دینا	۴۹

Marfat.com

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
صحابہؓ کے لیے ہجرتِ حبشہ کا حکم	۵۱	مسجدِ نبوی کی تعمیر	۷۱
نجاشی کے دربار میں حضرت جعفرؓ		سنہ ۱ھ میں مشروعیت جہاد	۷۳
کی معرکۃ الآرا تقریر		اشاعتِ اسلام کا اصلی سبب	〃
طفیل بن عمروؓ کا اسلام	۵۴	اسلام تلوار سے نہیں پھیلا	۷۶
ابوطالب کی وفات	۵۵	یورپین تہذیب اور جہاد	〃
ہجرتِ طائف	۵۶	غزوات کی تاریخ وار فہرست	۸۰
معراج	〃	اہم غزوات وسرایا اور واقعاتِ	
معراج پر قریش کی چشم دید شہادتیں	۶۰	متفرقہ	۸۳
مدینہ طیبہ میں اسلام	〃	سنہ ۲ھ میں تحویل قبلہ	۸۴
سب سے پہلا مدرسہ مدینہ میں	۶۲	غزوۂ بدر کا سبب	۸۵
ہجرتِ مدینہ	۶۴	صحابہؓ کی جاں نثاری	〃
سراقہ کا حیرت خیز واقعہ	۶۷	غیبی امداد	۸۶
سراقہ کی زبان سے آپ کی نبوت کا		مسلمانوں کا ایفائے وعدہ	۸۷
اقرار	۶۸	حضرت عبیدہؓ کی قابلِ رشک شہادت	
امِ معبد کے گھر میں قیام	۶۹	صحابہؓ کی جاں بازی	۸۸
نزولِ قبا	〃	ابوجہل کی ہلاکت	۸۹
حضرت علی کی ہجرت اور قبا میں آپؐ		ایک عظیم الشان معجزہ	〃
سے مل جانا۔	۷۰	بدر کے قیدیوں کے ساتھ مسلمانوں کا	
اسلامی تاریخ کی ابتداء	〃	سبق آموز سلوک۔	۹۰
حضورؐ کا مدینہ طیبہ میں داخل ہونا	〃	اسلامی مساوات	۹۱

Marfat.com

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
حضورؐ کے داماد ابوالعاص کا اسلام لانا	۹۱	بیعتِ رضوان	
اسلامی سیاست اور ترقی تعلیم	۹۲	سلاطین دنیا کو دعوتی خطوط	۱۰۳
آپؐ کے خلقِ عظیم کا معجزہ		خالد بن ولید اور عمرو بن عاص کا اسلام لانا	۱۰۴
غزوۂ احد	۹۳	۷ھ، غزوۂ خیبر	۱۰۵
فوج کی ترغیب اور صحابہؓ کے لڑکوں		فتح فدک	〃
کا شوقِ جہاد	۹۵	۸ھ	〃
مسلمانوں کی ابتدائی فتح	۹۶	فتح مکہ معظمہ	۱۰۶
حضورؐ کی شہادت کا مشہور ہونا		فتح مکہ کے بعد قریش کے ساتھ مسلمانوں کا سلوک	۱۰۷
حضرت زیاد کی قابلِ رشک شہادت		ابوسفیان کا اسلام	〃
چہرۂ انور کا زخمی ہونا	۹۷	ایک عظیم الشان معجزہ	
ابوعبیدہ کی جان نثاری	〃	غزوۂ طائف	۱۱۰
صحابہؓ کی بے نظیر جانبازی	〃	غزوۂ تبوک	〃
چہرۂ انور سے خون جاری ہونا اور آپؐ		حضورؐ کا حجۃ الوداع ۱۰ھ	۱۱۵
کی رحمت اور دعائے مغفرت		۱۱ھ سریۂ اسامہ اور مرض وفات	۱۱۶
۴ھ سریہ منذر	۹۸	صدیق اکبرؓ کی امارت	۱۱۷
۵ھ قریش اور یہود کا اتفاق	۹۹	حضورؐ کے آخری کلمات	۱۱۹
غزوۂ احزاب اور خندق	۱۰۰	آپ کا اخلاق اور خصائل آپؐ کے معجزات	۱۲۱
مسلمانوں پر فاقہ کی شدت خدائی امداد	۱۰۱	اسلامی اخلاق اور تہذیب و تمدن کے زریں	
اور کفار پر ہوا کا طوفان	〃	اصول کی چالیس حدیثیں مع ترجمہ یعنی	
۶ھ صلح حدیبیہ	〃	جوامع الکلم ۔	۱۲۵

سیرت خاتم الانبیاء

کے متعلق بزرگانِ دین کی رائیں

حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کے ایک مکتوب سے اقتباسات

از اشرف علی عفی عنہ۔ اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

آپ کا رسالہ مع محبت نامہ پہنچا۔ جواب میں دیر اس لیئے ہوئی کہ شروع کر کے چھوڑنے کو جی نہ چاہا اور فرصت ہوتی نہیں اس لیئے جب سب دیکھ لیا اس وقت جواب لکھا۔ رسالہ دیکھ کر جس قدر خوشی ہوئی ہے۔ اس کی حد تو کیا بیان کروں۔ بجائے حد بیان کرنے کے یہ دُعا دیتا ہوں کہ خدا تعالیٰ ایسی ہی خوشی اس کی جزاء سے آپ کو دے۔

بجائے تقریظ کے ان واقعات کا ذکر کروں جو رسالہ کے مطالعۂ تفصیلہ کے وقت پیش آئے، جو بالکل سچے اور سادے ہیں۔ خواہ اسی کو تقریظ سمجھ لیا جائے۔

(۱) مضامین پڑھنے کے وقت بے تکلف ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے ہر واقعہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوں اور واقعات کا معائنہ کر رہا ہوں۔ اس کا سبب بیان کی بلاغت ہے۔

(۲) جب رسالہ ختم کر چکا ہوں۔ واقعہ کا مرتب نقشہ ایسا مجتمع معلوم ہوتا تھا کہ میں خود اس کی کوشش کرتا تو اس درجہ کامیاب نہ ہو سکتا تھا۔

(۳) اختصار کے ساتھ جامع اس قدر معلوم ہوتا کہ گویا کوئی واقعہ نظر سے اوجھل نہیں ہوا۔

(۴) ہر واقعہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی شان نظروں میں پھر جاتی ہے

Marfat.com

کہ پہلے سے بہت زیادہ حضورؐ کی محبّت و عظمت قلب میں بڑھ گئی اور یہ سب کچھ اس تالیف کی برکت سے ہوا۔

(۵) اور بھی بہت سے وجدانی امور ذوقاً مطالعہ سے پیدا ہوئے۔ہاں ایک بات اور یاد آگئی کہ مؤلف سے محبت بڑھ گئی اور ایسے نظر آنے لگے کہ پہلے سے ایسا نہیں سمجھتا تھا خصوص عبارت کا اندازہ جس سے واقعات اصلی حالت پر جاندار نظر آتے تھے، نہ ایسا پرانا کہ جس کو اس وقت چھوڑنے کی رائے دی جاتی ہے اور نہ ایسا نیا جو حقیقت کو ملتبس کر دیتا ہے۔بہر حال رسالہ ہر پہلو سے محبوب و دل کش اور اپنے مؤلف کے کمالات کا آئینہ ہے۔اس کو ختم کر کے جازم رائے دیتا ہوں کہ اس کے درس سے کسی کو خالی نہ چھوڑا جائے اور میرے مشورے سے جو اس رائے کو قبول کریں گے۔ ان سب سے پہلے میں مؤلف ہذا سے درخواست کرتا ہوں کہ اس کی دس جلدوں کا دلیو میرے نام کر دیں تاکہ میں اپنے خاندان کے بچّوں اور عورتوں کو پڑھنے کے لئے دوں۔ میں نے جو کچھ اس (کتاب) کے متعلق لکھا ہے اس میں ایک حرف تکلّف سے نہیں لکھا۔اس سے زائد میرے مذاق کے خلاف ہے۔اگر پسند ہو شائع کرنے کی اجازت ہے۔ والسّلام

از تھانہ بھون ۲۰ر رمضان المبارک ۱۳۴۴ھ

مفتیٔ اعظم مولانا عزیز الرحمٰن صاحب عثمانی کی رائے

بندہ نے کتاب مستطاب اوجز السیر لخیر البشر (سیرت خاتم الانبیاء) مؤلفہ مولوی محمد شفیع صاحب دیو بندی کو من اوّلہ الی آخرہ نہایت شوق و محبت سے دیکھا اور اس کے مطالعہ سے محظوظ و مسرور ہوا۔حق یہ ہے کہ اس موضوع میں یہ کتاب لاجواب ہے اور جامع احوال و اخلاق و مناقب و کمالات نبویہ ہونے کی وجہ سے ذخیرہ

سعادت دنیویہ و اخرویہ ہے اور حاوی فضائل و خصائص خاتم الانبیاء و سید الاصفیاء ہونے کے سبب حرزِ جان بنانے کے قابل ہے۔ مؤلف نے نہایت فصاحت و بلاغت و ایجاز محمودہ سادگی و بے تکلفی کے ساتھ صحیح حالات و وقائع کو جمع کر دیا ہے اور مطالب عالیہ و مضامین دقیقہ کو مثل تعدد ازدواج و مشروعیتِ جہاد وغیرہ کو بدلائل واضحہ عام فہم کر دیا ہے۔ درحقیقت یہ کتاب آئینہ کمالات و عظمت و رحمت وجاہ وجلال حضرت سید الانس والجن صلوٰۃ اللہ وسلامہٗ علیہ ہے۔ جس کے مطالعہ سے ایمان تازہ ہوتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اضعاف و مضاعف ہو جاتی ہے۔ پس مشورہ احقر کا یہ ہے کہ اہل اسلام اس کی اشاعت میں پوری کوشش کریں اور کوئی گھر اور کوئی انجمن و مدارس اس سے خالی نہ ہوں۔

این آں سعادت لست کہ حسرت بردِ براں
جوید لئے تخت قیصر و ملکِ سکندری

حق تعالیٰ اپنے فضل و لطف سے مؤلف سلمہٗ کو جزائے خیر دارین عطا فرمائے اور اس کتاب کو مقبول اور بندگانِ خاص کو اس سے نفع پہنچائے۔

کتبہ الاحقر: عزیز الرحمٰن الدیوبندی العثمانی
مفتی دار العلوم دیوبند: ۲۷ رجادی الآخر ۱۳۴۲ھ

از مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری صدر المدرسین دار العلوم دیوبند

رسالہ اوجز السیر لخیر البشر (سیرت خاتم الانبیاء) مؤلفہ مولوی محمد شفیع علماء کی تقریظوں اور تحسینوں کے ساتھ ایک مرتبہ شائع ہو کر مقبول ہو چکا ہے۔ اب مؤلف ممدوح نے دوسری دفعہ عمدہ اضافہ کے ساتھ طبع کیا ہے۔ جن حضرات کو مختصر سیرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دیکھنی ہو وہ اس کا مطالعہ فرمائیں۔ اختصار کے ساتھ

Marfat.com

معتمد علیہ اور مستند نقل بھی انشاء اللہ دستیاب ہو جائے گی۔ تبلیغ کے انجام دینے والے حضرات اور طلبہ مشکوٰۃ شریف بھی اس رسالہ کے محتاج ہیں۔ حق تعالیٰ مؤلف کو اجر جزیل دے۔ آمین یارب العالمین۔

محمد انور عفا اللہ عنہ : مدرس دار العلوم دیوبند

مجاہد فی سبیل اللہ مولانا سید حسین احمد مدنیؒ

آپ نے سلہٹ سے ایک مکتوب گرامی کے ذیل میں تحریر فرمایا ہے کہ میں آپ کے رسالہ (سیرت خاتم الانبیاء) کے پہلے ہی اڈیشن کو حرفاً حرفاً دیکھ چکا ہوں اور نہایت موزوں پاکر نصاف میں داخل کر چکا ہوں۔ عنقریب اس کے متعلق ایک جلسہ کرلائیں منعقد ہوگا اور یہ نصاب انشاء اللہ تمام صوبہ بنگال و آسام کے قومی مدارس کے لیے معمول بہ ہوگا۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرت مولانا تھانوی دامت برکاتہم اور دیگر بزرگوں کی تحریرات کے بعد ہم جیسے ناکاروں کا کچھ بھی لکھنا منہ چڑانا اور سخت بے ادبی ہے۔

از حضرت مولٰنا سید اصغر حسین "محدث دار العلوم دیوبند"

مولوی محمد شفیع میرے سامنے کے بچے ہیں مگر ان کا علم و فضل مجھے ان کو مولانا محمد شفیع کہنے پر مجبور کرتا ہے ان کی عربی وار دو تصانیف کی تعداد ایسی تیزی سے بڑھ رہی ہے کہ مجھ جیسے ضعفاء پا بر کاب بوڑھوں کو رشک آدے تو بجا ہے دونوں زبانوں میں سلاستِ زبان اور حسن بیان حق تعالیٰ نے ان کو عطا فرمایا ہے۔ نئی روشنی اور جدید تمدن کے اثر نے جو جا بجا نظر فریب مگر مہلک غار ڈال دیئے ہیں۔ لوگوں کو ان سے بچانے کی فکر کرتے ہیں اور کامیاب ہوتے ہیں۔

Marfat.com

اپنی تازہ تالیف پر مجھ سے کچھ لکھنے کی خواہش کرتے ہیں۔

ضرورتِ زمانہ اور اسلامی تعلیم کے لیئے یہ کتاب نہایت مناسب اور مفید ہے اختصار تو ہونا ہی چاہیئے تھا کیونکہ نام ہی اوجزالسیر (یعنی نہایت مختصر سوانح عمری) ہے۔ مگر اس اختصار ہی میں ضروری اور کارآمد باتیں بہت سی آگئی ہیں۔ اس قسم کی سہل اور مختصر تالیفات کے ذریعہ سے اسکول کے طالب علموں اور کاروباری مسلمانوں اور پردہ نشین بیبیوں کے قلوب میں جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و محبت بٹھلانے کے لیئے سیرِ صالحہ اور اسوۂ حسنہ کی پیروی کا شوق پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ کتاب کو حسنِ قبول اور فاضل مؤلف کو جزائے حسن اور مزید توفیق عطا فرما کر ان کے علم و عمل میں ترقیات عطا فرمائے۔ آمین۔

Marfat.com

انتساب

مصنفین کا معمول ہے کہ اپنی تصنیفات کسی اپنے صاحبِ اقتدار مربی کی خدمت میں تحصیل برکت و اظہارِ عقیدت کے لیئے بطور نذر پیش کرتے ہیں، یہ ناکارۂ خلائق اس تحفۂ گدائی اور نوائے بے نوائی کو سید الاولین والآخرین فخر بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ جلالت پناہ میں پیش کرکے عرض کرتا ہے وجئنا ببضاعة مزجاة فاوف لنا الکیل و تصدق علینا ان اللہ یجزی المتصدقین

بضاعت نیاوردم الا امید

احوج الناس الی الشفیع الرفیع

محمد شفیع الدیوبندی غفرلہ ولوالدیہ

سنہ ۱۳۴۳ھ

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

امّابعد، سرورِ کائنات فخرِ موجودات روحِ دوعالم رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ واصحابہ وسلم کی سیرت (سوانح عمری) پڑھنے، پڑھانے کی ضرورت محتاجِ بیان نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ امت میں جب سے تصنیف وتالیف کا سلسلہ شروع ہوا۔ آج تک ہر قرن ہر زمانہ کے علماء نے اپنے اپنے انداز اور اپنی اپنی زبانوں میں آپ کی سیرتیں لکھیں، اور اس غیر منقطع سلسلہ میں خدا ہی جانتا ہے کہ کتنی غیر محصور کتابیں زیرِ تصنیف آچکی ہیں اور کتنی آنے والی ہیں ؎

نہ من برآں گلِ عارض غزل سرایم وبس
کہ عندلیب تو از ہر طرف ہزاران اند

مسلمانوں سے بڑھ کر سینکڑوں کی تعداد میں کفّار نے آپؐ کی سیرتیں لکھی ہیں۔ یورپین مؤرخین نے اس میں بڑا حصّہ لیا ہے جس میں بیس تیس تو ہمیں معلوم ہیں لیکن ان لوگوں نے عام طور پر واقعات کے بیان میں شدید تعصب سے کام لیا ہے۔ اس لیے مسلمانوں کو ان کے مطالعہ سے اجتناب کرنا چاہیئے۔

الغرض بلاخوفِ تردید کہا جاسکتا ہے کہ دُنیا میں آج تک کسی انسان کی سیرت کا اتنا اہتمام نہیں کیا گیا۔ ایک یورپین سیرت نگار لکھتا ہے:۔

محمدؐ کے سوانح نگاروں کا ایک وسیع سلسلہ ہے جس کا ختم ہونا غیر ممکن ہے لیکن اس میں جگہ پانا قابلِ فخر چیز ہے۔

(از سیرت النبیؐ)

Marfat.com

اردو زبان میں بھی قدیم وجدید بہت سی سیرتیں موجود ہیں جو اہلِ ہند کی طرف سے اس فریضہ کو ادا کر چکی ہیں۔ لیکن میری نگاہ عرصہ سے ایسی مختصر سیرت کو ڈھونڈھ رہی تھی جس کو ہر کاروباری مسلمان مرد و عورت دو تین مجلسوں میں ختم کر کے اپنا ایمان تازہ کر سکے اور اسوۂ نبویہ کو اپنا رہنما بنا سکے اور جو اسلامی انجمنوں اور مدارس کے ابتدائی نصاب میں درج ہو سکے اور جس میں اختصار کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کا اجمالی نقشہ اپنے اصلی رنگ میں مکمل طور سے روایت میں احتیاط کو مدِ نظر رکھ کر پیش کر دیا گیا ہو مگر ایسا کوئی رسالہ اردو زبان میں میری نگاہ سے نہ گذرا، اسی عرصہ میں بعض احباب شملہ نے اپنی اسلامی انجمن کے لئے ایسے رسالہ کی ضرورت محسوس کر کے احقر سے فرمائش کی تو باوجود اپنی کم علمی اور پھر اس کے ساتھ مشاغل تعلیم و تعلم کے اس خیال سے قلم اٹھایا کہ جس وقت سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کے سیرت نگاروں کے نام پیش ہوں، شاید کسی گوشہ میں اس سیہ کار کا نام بھی آجائے۔ ع

بلبل ہمیں کہ قافیۂ گل شود بس ست

اس لئے بنامِ خدا اس رسالہ کو شروع کیا اور امور ذیل کا التزام کرتے ہوئے سیرت کی معتبر کتابوں کا لبِ لباب اس میں پیش کر دیا۔

(۱) اس کا خاص لحاظ رکھا گیا کہ رسالہ طویل نہ ہو جائے اور اسی وجہ سے ملک عرب کے جغرافیائی حالات اور عجم و عرب کی حالت قبل از اسلام وغیرہ جو سیرت کا جزو سمجھے جاتے ہیں اور ایک حد مفید بھی ہیں اُن سے قطع نظر کر کے صرف ان حالات پر اکتفا کرنا پڑا جو خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس سے متعلق ہیں اور اسی اختصار کی وجہ سے اس کا نام "اوجز السیر لخیر البشر" بھی رکھا گیا۔

(۲) اختصار کے ساتھ اس کا بھی خیال رکھا گیا کہ جامعیت ہاتھ سے نہ جائے اور بحمد اللہ تقریباً تمام ضروری واقعات اس رسالہ میں لیے گئے ہیں۔

Marfat.com

(۳) مسائل جہاد، تعدادِ ازدواج وغیرہ پر جو مخالفین کے اوہام ہیں ان کے بھی موٹے موٹے شافی جوابات درج کیے گئے۔

رسالہ کا ماخذ

کل معتبر اور مستند کتابیں ہیں جن کے حوالے بھی ہر موقع پر بقید صفحات لکھ دیئے گئے ہیں جن میں سے بعض نام درج ذیل ہیں۔

(۱) مشکوٰۃ (۲) صحاح ستہ مع شروح (۳) کنز العمال (۴) خصائص کبریٰ للسیوطی (۵) مواہب لدنیہ (۶) سیرت مغلطائی۔ (۷) سیرت ابن ہشام، شفاء قاضی عیاض مع شرح خفاجی (۹) سیرت حلبیہ (۱۰) زاد المعاد از علامہ ابن قیم (۱۱) تاریخ ابن عساکر۔ (۱۲) سرور المحزون از حضرت شاہ ولی اللہ (۱۳) اوجز السیر از شیخ بن فارس (۱۴) نشر الطیب مصنفہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی مدظلہ وغیرہ وغیرہ۔

خدا تعالیٰ کا ہزاراں ہزار شکر ہے کہ اس نے ناچیز سعی کو قبولیت عطا فرمائی اور سب سے پہلے[۱] سیدی و مرشدی حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی دامت برکاتہم نے اس کو پسند فرما کر خانقاہِ امدادیہ کے نصابِ درس میں داخل فرمایا۔ اور اپنے رسالہ تتماتِ وصیت میں اس کا اعلان فرماتے ہوئے دوسروں کو بھی اس طرف رغبت دلائی۔

چنانچہ صرف تین ماہ میں پنجاب، ہندوستان، بنگال کے سو سے زائد مدارس اور اسلامی انجمنوں کے نصاب میں داخل کر لیا گیا حال میں جناب مہتمم صاحب مدرسہ مظاہر العلوم

---

[۱] یہ آج سے تقریباً پچاس سال پہلے کا ذکر ہے۔ اب تو خدا کا شکر ہے کہ ہندوستان پاکستان کے بہت سے مدارس اور سکولوں میں داخلِ نصاب ہو چکی ہے اور مجموعی طور پر لاکھوں کی تعداد میں شائع ہو چکی ہے۔ ناشر

Marfat.com

سہارنپور نے اطلاع دی ہے کہ ان کی مجلس شوریٰ نے بھی اس کو ابتدائی نصاب میں داخل کر لیا ہے۔ والحمد للہ اولہ وآخرہ

بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ ۲۸ ذی الحجہ ۱۳۴۴ھ

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ؕ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب شریف

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب مطہر تمام دنیا سے زیادہ شریف[1] اور پاک ہے اور یہ وہ بات ہے کہ تمام کفارِ مکہ اور آپ کے دشمن بھی اس سے انکار نہ کر سکے ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بحالت کفر شاہِ روم کے سامنے اس کا اقرار کیا۔ حالانکہ وہ اس وقت چاہتے تھے کہ اگر کوئی گنجائش ملے تو آپ پر عیب لگائیں۔

آپ کا نسب شریف والد ماجد کی طرف سے یہ ہے۔ محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن النضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ، بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔

یہاں تک سلسلہ نسب باجماع امت ثابت ہے اور یہاں سے حضرت آدم علیہ السلام

---

[1] دلائل ابونعیم میں مرفوعاً روایت ہے۔ جبرئیل علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں دنیا کے مشرق و مغرب میں پھرا مگر بنی ہاشم سے افضل کوئی خاندان نہیں دیکھا۔

Marfat.com

تک اختلاف ہے اس لیئے اس کو ترک کیا جاتا ہے اور والدہ ماجدہ کی طرف سے آپ کا نسب یہ ہے محمد بن آمنہ بنت وہب بن عبدِ مناف بن زہرۃ بن کلاب اِس سے معلوم ہوا کہ کلاب بن مرّۃ میں آپ کے والدین کا نسب جمع ہو جاتا ہے۔

ولادت سے پہلے آپ کی برکات کا ظہور

جس طرح آفتاب سے پہلے صبح صادق کی عالمگیر روشنی اور پھر شفق سُرخ دنیا کو طلوعِ آفتاب کی بشارت دیتے ہیں اسی طرح جب آفتاب نبوت کا طلوع قریب ہوا تو اطرافِ عالم میں بہت سے ایسے واقعات ظاہر کئے گئے جو آپ کی تشریف آوری کی خبر دیتے تھے جن کو محدثین و مؤرخین کی اصطلاح میں ارہاصات کہا جاتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ کا بیان ہے کہ جب آپ ان کے بطن میں بصورتِ حمل مستقر ہوئے تو انہیں خواب میں بشارت دی گئی کہ وہ بچہ جو تمہارے حمل میں ہے اس امت کا سردار ہے۔ جب وہ پیدا ہوں تو تم یوں دُعا کرنا۔ میں ان کو ایک خدا کی پناہ میں دیتی ہوں ان کا نام محمد رکھنا۔ (سیرت ابن ہشام)

اور فرماتی ہیں کہ آپ کے حمل رہنے کے بعد میں نے ایک نور دیکھا جس سے شہر بصریٰ علاقہ شام کے محلات ان کے سامنے آگئے (ابن ہشام)

اور فرماتی ہیں کہ میں نے کسی عورت کو کوئی حمل نہیں دیکھا جو آپ سے زیادہ سہل اور سبک ہو یعنی ایام حمل میں جو متلی یا سُستی وغیرہ عموماً عورتوں کو رہتی ہیں وہ کچھ...... مجھے پیش نہیں آئیں۔ ان کے علاوہ اور بہت سے واقعات رونما ہوئے جن کی اس مختصر رسالہ میں گنجائش نہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت

اس بات پر جمہور کا اتفاق ہے کہ آپ کی ولادت باسعادت ماہ ربیع الاوّل میں اس

Marfat.com

سال ہوئی جس میں اصحابِ[1] فیل نے بیت اللہ پر حملہ کیا اور خداوندِ عالم نے ان کو ابابیل یعنی چند حقیر جانوروں کی ٹکڑیوں کے ذریعہ شکست دی جس کا اجمالی واقعہ قرآن عزیز میں بھی موجود ہے اور درحقیقت واقعۂ فیل بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کی برکات کا مقدمہ تھا، جائے ولادت وہ مکان ہے جو بعد میں حجاج کے بھائی محمد بن یوسف کے ہاتھ آیا تھا۔[2]

بعض[3] مؤرخین نے لکھا ہے کہ واقعۂ فیل ۲۰ اپریل ۵۷۱ء میں ہوا ہے جس سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش حضرت عیسٰی علیہ السلام کی پیدائش سے پانچ سو اکہتر سال بعد میں ہوئی۔

امامِ[4] حدیث ابن عساکر نے دنیا کی مجمل تاریخ اس طرح لکھی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام اور نوح علیہ السلام کے درمیان ایک ہزار دو سو برس کا فاصلہ ہوا۔ اور حضرت نوح علیہ السلام سے ابراہیم علیہ السلام تک ایک ہزار ایک سو بیالیس سال کا، اور ابراہیم علیہ السلام سے موسیٰ علیہ السلام تک پانچسو پینسٹھ برس کا، اور موسیٰ علیہ السلام سے داؤد علیہ السلام تک پانچسو بہتر اور داؤد علیہ السلام سے عیسٰی علیہ السلام تک ایک ہزار تین سو چھتیں اور عیسٰی علیہ السلام سے خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان چھ سو برس کا فاصلہ گذرا ہے، اس حساب سے ہمارے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم تک پانچ ہزار بیس سال ہوئے اور حضرت آدم علیہ السلام کی عمر مشہور قول کے مطابق چالیس کم ایک ہزار سال ہوئی ہے اس لئے آدم علیہ السلام کے دنیا میں تشریف لانے سے تقریباً چھ ہزار سال بعد یعنی

---

[1] یمن کے بادشاہ نے ہاتھیوں کی فوج لے کر بیت اللہ پر چڑھائی کی تھی، ان لوگوں کو اصحاب فیل کہا جاتا ہے۔ [2] سیرت مغلطائی صفحہ ۱۲۵

[3] دروس التاریخ اسلامی صفحہ ۱۴ للخیاط ۱۲ منہ

[4] اس تفصیل کے متعلق اور بھی مختلف اقوال ہیں، لیکن ابن عساکر نے ان کو صحیح فرمایا ہے۔ (صفحہ ۲۱ جلد ۱)

Marfat.com

ساتویں ہزار سال میں حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم رونق افروز ہوئے۔
(تاریخ ابن عساکر محمد بن اسحٰق، صفحہ ۱۹، ۲۰ جلد ۱)

الغرض جس سال اصحابِ فیل کا حملہ ہوا، اس کے ماہ ربیع الاوّل کی بارھویں تاریخ روزِ دوشنبہ[ل۱] دنیا کی عمر میں ایک نرالا دن ہے کہ آج پیدائش عالم کا مقصد، لیل و نہار کے انقلاب کی اصلی غرض، آدم اور اولادِ آدم کا فخر، کشتیٔ نوح کی حفاظت کا راز، ابراہیمؑ کی دُعا اور موسیٰ و عیسیٰ کی پیشگوئیوں کا مصداق، یعنی ہمارے آقائے نامدار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رونق افروزِ عالم ہوتے ہیں۔

اِدھر دنیا کے بُت کدہ میں آفتابِ نبوت کا ظہور ہوتا ہے، اُدھر ملک فارس[ل۲] کے کسرٰی کے محل میں زلزلہ آتا ہے جس سے اس کے چودہ کنگرے گر جاتے ہیں۔ بحیرۂ ساوہ (ملک فارس کا ایک دریا) دفعتہً خشک ہو جاتا ہے۔ فارس کے آتشکدہ کی وُہ آگ جو ایک ہزار سال سے کبھی نہ بجھی تھی خود بخود سرد ہو جاتی ہے۔ (سیرۃ مغلطائی صفحہ ۵)

اور یہ درحقیقت آتش پرستی اور ہر گمراہی کے خاتمہ کا اعلان اور فارس و روم کی سلطنتوں کے زوال کی طرف اشارہ ہے۔

صحیح احادیث میں ہے کہ ولادت کے وقت آپؐ کی والدہ ماجدہ کے بطن سے ایک ایسا نور ظاہر ہوا کہ جس سے مشرق و مغرب روشن ہو گئے۔

ل۱ اس پر اتفاق ہے کہ ولادتِ باسعادت، ماہ ربیع الاوّل میں دوشنبہ کے دن ہوئی لیکن تاریخ کی تعیین میں چار اقوال مشہور ہیں، دوسری، آٹھویں، دسویں، بارھویں، حافظ مغلطائی نے دوسری تاریخ کو اختیار فرما کر دوسرے اقوال کو مرجوح قرار دیا ہے۔ مگر مشہور قول بارھویں تاریخ کا ہے یہاں تک ابن البزار نے اس پر اجماع نقل کر دیا اور اسی کو کامل ابن اثیر میں اختیار کیا گیا ہے اور محمود پاشا فلکی مصری نے جو نویں تاریخ کو بذریعہ حسابات اختیار کیا ہے یہ جمہور کے خلاف بے سند قول ہے اور حسابات پر بوجہ اختلاف مطالع ایسا اعتماد نہیں ہو سکتا کہ جمہور کی مخالفت اس کی بناء پر کی جائے ۱ھ کذا فی المواہب

اور بعض روایات میں ہے کہ آپ زمین پر جلوہ افروز ہوئے تو دونوں ہاتھوں پر سہارے دیئے ہوئے تھے، پھر آپ نے خاک کی مٹھی بھری اور آسمان کی طرف دیکھا۔ (مواہب لدنیہ)

آپؐ کے والد ماجد کی وفات

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابھی تک پیدا نہیں ہوئے تھے کہ آپؐ کے والد ماجد عبداللہ کو ان کے والد عبدالمطلب نے حکم کیا کہ مدینہ طیبہ سے کھجوریں لائیں، عبداللہ آپ کو بصورت[1] حمل چھوڑ کر مدینہ چلے گئے۔ اتفاقاً وہیں ان کی وفات ہوگئی اور والد کا سایہ پیدائش سے پہلے ہی سر سے اٹھ گیا۔ (سیرت مغلطائی، صفحہ ۷)

زمانۂ رضاعت اور زمانۂ طفولیت

سب سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی والدہ ماجدہ نے اور چند روز کے بعد ابولہب کی کنیز ثُوَیبَہ نے دُودھ پلایا۔ اس کے بعد یہ دولتِ خداداد حلیمہ سعدیہ کو نصیب ہوئی۔ (مغلطائی)

شرفائے عرب کی عام عادت تھی کہ بچوں کو دودھ پلانے کے لیئے گرد و جوار کے دیہات میں بھیج دیتے تھے جس سے بچوں کی جسمانی صحت بھی اچھی ہوجاتی تھی اور وُہ خالص عربی بھی سیکھ جاتے تھے اور اسی لیئے گاؤں کی عورتیں اکثر شہروں میں شیر خوار بچے لینے کے لیئے جایا کرتی تھیں۔

---

[1] ایک روایت یہ بھی ہے کہ آپ کے والد ماجد کا انتقال آپ کی ولادت کے بعد ہوا ہے جب کہ آپ کی عمر سات مہینے کی تھی لیکن زاد المعاد میں ابن قیم نے اس قول کو مرجوح قرار دیا ہے۔ (زاد المعاد صفحہ ۸ جلد ۱)

[2] قال الحافظ ابن حجر صححہ ابن حبان والحاکم کذا فی المواہب (نشر الطیب)

حضرت حلیمہ سعدیہ کا بیان ہے کہ میں (طائف) سے بنی سعد کی عورتوں کے ہمراہ دودھ پینے والے بچوں کی تلاش میں مکہ کو چلی۔ اس سال قحط تھا، میری گود میں ایک بچہ تھا (مگر فقر و فاقہ کی وجہ سے) اتنا دودھ نہ تھا جو اس کو کافی ہو سکے۔ رات بھر وہ بھوک سے تڑپتا تھا۔ اور ہم اس کی وجہ سے بیٹھ کر رات گذارتے تھے، ایک اونٹنی بھی ہمارے پاس تھی مگر اس کے بھی دودھ نہ تھا۔

مکہ کے سفر میں جس دراز گوش پر سوار تھی وہ بھی اس قدر لاغر تھا کہ سب کے ساتھ نہ چل سکتا تھا۔ ہمراہی بھی اس سے تنگ آرہے تھے۔ بالآخر مشکل سے یہ سفر طے ہوا۔ مکہ پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو عورت دیکھتی تھی اور یہ سنتی کہ آپ یتیم ہیں تو کوئی قبول نہ کرتی (کیونکہ زیادہ انعام و اکرام کی توقع نہ تھی) ادھر حلیمہ کی قسمت کا ستارہ چمک رہا تھا، ان کے دودھ کی کمی ان کے لیئے رحمت بن گئی کیونکہ دودھ کم دیکھ کر کسی نے ان کو اپنا بچہ دینا گوارہ نہ کیا۔

حلیمہ فرماتی ہیں کہ میں نے اپنے شوہر سے کہا کہ یہ تو اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ خالی ہاتھ واپس ہوں۔ خالی سے بہتر ہے کہ اس یتیم کو لے چلوں۔ شوہر نے منظور کیا اور یہ اس درِ یتیم کو لے آئیں جس سے آمنہ اور حلیمہ کے گھر نہیں بلکہ مشرق و مغرب میں اجالا ہونے والا تھا۔

خدا کا فضل تھا کہ حلیمہ کی قسمت جاگی اور سرورِ کائنات ان کی گود میں آگئے۔ فرودگاہ پر لاکر دودھ پلانے بیٹھی تو برکات کا ظہور شروع ہو گیا۔ اس قدر دودھ اترا کہ آپ نے بھی اور آپ کے رضاعی بھائی نے بھی خوب سیر ہو کر پیا۔ اور آرام سے سو گئے۔ ادھر اونٹنی کو دیکھا تو اس کے تھن دودھ سے لبریز تھے، میرے شوہر نے اس کا دودھ نکالا اور ہم سب نے سیر ہو کر پیا۔ اور رات بھر آرام سے گزاری، مدتوں بعد یہ پہلی رات تھی کہ ہم اطمینان کے ساتھ نیند بھر کر سوئے۔

Marfat.com

اب تو میرا شوہر بھی کہنے لگا کہ حلیمہ تم تو بڑا ہی مبارک بچہ لائی ہو میں نے کہا کہ مجھے بھی یہی توقع ہے کہ یہ نہایت مبارک لڑکا ہے۔ اس کے بعد ہم مکہ سے روانہ ہوئے۔ میں آپ کو گود میں لے کر اسی دراز گوش پر سوار ہوئی۔

مگر اس مرتبہ خدا کی قدرت کا یہ تماشا دیکھتی ہوں کہ اب وُہ اتنا تیز چلتا ہے کہ کسی کی سواری اس کی گرد کو نہیں پہنچتی، میری ہمراہی عورتیں تعجب سے کہنے لگیں کہ یہ وہی ہے جس پر تم آئی تھیں؟

الغرض راستہ قطع ہوا، ہم گھر پہنچے، وہاں سخت قحط پڑا ہوا تھا، تمام دودھ کے جانور دُودھ سے خالی تھے۔

لیکن میرا گھر میں داخل ہونا تھا، اور میری بکریوں کا دودھ سے بھرنا، اب روز میری بکریاں دودھ سے بھری آتی ہیں اور کسی کو ایک قطرہ بھی نہیں ملتا۔ میری قوم کے لوگوں نے اپنے چرواہوں سے کہا کہ تم بھی اپنے جانور اسی جگہ چراؤ جہاں حلیمہ کی بکریاں چرتی ہیں مگر وہاں تو چراگاہ اور جنگل کی خصوصیت نہ تھی بلکہ کسی اور ہی لعل کی خاطر منظور تھی، اس کو وُہ لوگ کہاں سے لاتے۔ چنانچہ ایک ہی جگہ چرنے کے بعد بھی ان کے جانور دُودھ سے خالی اور میری بکریاں بھری ہوئی آتی تھیں، اسی طرح ہم برابر آپؐ کی برکات کا مشاہدہ کرتے رہے یہاں تک کہ دو سال پورے ہو گئے اور میں نے آپؐ کا دُودھ چھڑا دیا۔ (الصالحات)

آپؐ کا سب سے پہلا کلام حلیمہؓ کا بیان ہے کہ جس وقت آپ کا دُودھ چھڑایا تو یہ کلمات آپؐ کی زبان پر جاری ہوئے۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کَبِیْرًا وَّالْحَمْدُ لِلّٰہِ حَمْدًا کَثِیْرًا وَّسُبْحَانَ اللّٰہِ بُکْرَۃً وَّاَصِیْلًا۔ یہ آپ کا سب سے پہلا کلام تھا۔ (اخرجہ البیہقی عن ابن عباسؓ کذا فی الخصائص (ص ۵۵ ج ۱)

آپؐ کا نشوونما اور سب بچوں سے اچھا تھا کہ دو سال ہی میں اچھے بڑے معلوم

Marfat.com

ہونے لگے۔ اب ہم حسب قاعدہ آپ کی والدہ کے پاس لائے مگر آپ کی برکات کی وجہ سے آپؐ کو چھوڑنے کو جی نہ چاہتا تھا۔ اتفاقاً اس سال مکہ میں طاعون پھیل رہا تھا۔ ہم وباء کا بہانہ کر کے پھر آپؐ کو ساتھ واپس لے آئے۔ آپؐ ہمارے پاس رہے باہر نکلتے اور لڑکوں کو کھیلتے ہوئے دیکھتے تھے مگر خود علیحدہ رہتے تھے، ایک روز مجھ سے فرمانے لگے کہ میرے دوسرے بھائی دن بھر نظر نہیں آتے، وہ کہاں رہتے ہیں میں نے کہا بکریاں چرانے جاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے ان کے ساتھ بھیجا کرو[۱] اور اس کے بعد اپنے رضاعی بھائی (عبداللہ) کے ساتھ جایا کرتے تھے۔ (خصائص ص ج ۱)

ایک مرتبہ دونوں مواشی میں پھر رہے تھے کہ عبداللہ دوڑتے اور ہانپتے ہوئے گھر پہنچے اور اپنے باپ سے کہا کہ میرے قریشی بھائی کو دو سپید کپڑے والے آدمیوں نے پکڑ کر لٹایا اور شکم چاک کر دیا، میں ان کو اسی حال میں چھوڑ کر آیا ہوں۔ ہم دونوں گھبرائے ہوئے جنگل کو دوڑے دیکھا کہ آپ بیٹھے ہیں مگر رنگ (خوف سے) متغیر ہے میں نے پوچھا کہ بیٹا کیا بات ہے؟ فرمایا دو شخص سفید کپڑے پہنے ہوئے آئے اور پیٹ چاک کر کے اس میں سے کچھ ڈھونڈھ کر نکالا، معلوم نہیں کیا تھا۔ ہم آپؐ کو گھر لائے[۲]، اس کے بعد میں آپؐ کو ایک کاہن کے پاس لے گئی[۳] وہ آپؐ کو دیکھتے ہی اپنی جگہ سے اٹھا، اور آپؐ کو اپنے سینہ پر اٹھا لیا، اور چلانا شروع کیا کہ اے آلِ عرب دوڑو، جو بلا تم پر عنقریب پہنچنے والی ہے اس کو دفع کرو۔ جس کی صورت یہ ہے کہ اس لڑکے کو قتل کر دو اور مجھے بھی اس کے ساتھ قتل کر دو اور اگر تم نے اسے

---

[۱] بچپن کے زمانہ میں داعیہ مساوات قابلِ دید ہے کہ جب میرا بھائی کام کرتا ہے تو میں کیوں نہ کروں ۱۲ منہ [۲] سیرت ابن ہشام، بحاشیہ زاد المعاد (ص ۸۰) لغایت ص ۸۹ ۱۲ منہ [۳] اسلام سے پہلے کچھ لوگ جنات و شیاطین کے ذریعہ آسمانی خبریں اور چھپی ہوئی باتیں معلوم کر کے غیب دانی کے مدعی ہوتے تھے ان کو کاہن کہا جاتا ہے۔

Marfat.com

چھوڑ دیا تو یاد رکھو کہ تمہارے دین کو مٹا دے گا اور ایسے مذہب کی طرف تمہیں دعوت دے گا جو تم نے اب تک کبھی نہیں سُنا۔

حلیمہ یہ سُن کر جھنجلا اٹھی اور آپؐ کو اس بدبخت کے ہاتھ سے کھینچ لیا اور کہا کہ تو دیوانہ ہو گیا ہے، تجھے خود اپنے دماغ کا علاج کرانا چاہیئے۔ حلیمہ آپؐ کو لے کر گھر آ گئیں لیکن اس دُوسرے واقعہ نے ان کو اس پر آمادہ کر دیا کہ آپؐ کو آپؐ کی والدہ ماجدہ کے سپرد کر دیں۔ کیونکہ کما حقہٗ تحفظ نہ کر سکتی تھیں۔ (ماخوذ از شواہد النبوۃ لمولانا الجامی وخصائص کبریٰ ص ۵۵ ج ۱)

جب مکہ پہنچ کر آپ کو آپ کی والدہ شریفہ کے سپرد کیا تو انہوں نے حلیمہ سے پوچھا کہ باوجود خواہش کر کے واپس لے جانے کے اس قدر جلد واپس لے آنے کی کیا وجہ ہے۔ اصرار کے بعد حلیمہ کو تمام واقعہ عرض کر دینا پڑا۔ انہوں نے سن کر فرمایا بے شک میرے بیٹے کی ایک خاص نشانی ہے اور پھر ایام حمل اور وقتِ ولادت کے حیرت انگیز واقعات سنائے۔ (ابن ہشام ص ۹)

آپؐ کی والدہ ماجدہ کی وفات

جب آپ کی عمر شریف چار یا پانچ برس کی ہوئی تو مدینہ سے واپس ہوتے ہوئے بمقام ابوا آپؐ کی والدہ ماجدہ نے بھی دُنیا سے رحلت فرمائی (مغلطائی ص ۱۰)

بچپن کا زمانہ چھ سال کی عمر ہے، والد کا سایہ تو پہلے ہی اٹھ چکا ہے۔ والدہ کی آغوش شفقت کا بھی خاتمہ ہوا۔ لیکن یہ یتیم جس آغوشِ رحمت میں پرورش پانے والا ہے، وُہ ان اسباب سے بے نیاز ہے۔

عبدالمطلب کی وفات والدین کے بعد آپ اپنے دادا عبدالمطلب کے پاس رہے لیکن خدائے قدوس کو دکھلانا تھا کہ یہ نونہال محض آغوشِ رحمت میں پرورش پانے والا ہے۔ مسبب الاسباب اس کی تربیت کا خود کفیل ہو چکا ہے۔ جب آپ کی عمر آٹھ برس دو مہینہ دس دن کی ہوئی تو عبدالمطلب بھی دنیا سے رحلت فرما گئے۔

آپ کا سفرِ شام

اس کے بعد آپؐ کے حقیقی چچا ابوطالب آپؐ کے ولی ہوئے ان کے پاس رہے۔ یہاں تک کہ آپؐ کی عمر شریف بارہ برس دو مہینہ کی ہوئی تو ابوطالب نے تجارت کے لئے ملک شام کے سفر کا ارادہ کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ساتھ لے کر شام کی طرف چلے، راستہ میں مقام تیماؔ میں اقامت فرمائی۔

آپؐ کے متعلق یہود کے ایک بڑے عالم کی پیشین گوئی آپؐ مقام تیماء میں مقیم تھے کہ اتفاقاً یہود کے ایک بڑے عالم جن کو بحیرا راہب کہا جاتا تھا آپؐ کے پاس سے گزرے۔ آپؐ کو دیکھ کر ابوطالب سے خطاب کیا کہ یہ لڑکا جو آپ کے ساتھ ہے کون ہے۔ ابوطالب نے کہا۔ میرا بھتیجا ہے۔ بحیرا نے کہا کیا آپ اس پر مہربان ہیں اور اس کی حفاظت کرنا چاہتے ہیں۔ ابوطالب نے کہا، بیشک یہ سن کر بحیرا نے خدا کی قسم کھائی اور کہا اگر تم اس کو شام لے گئے تو یہود اس کو قتل کر ڈالیں گے کیونکہ یہ خدا کا نبی ہے جو یہود کے دین کو منسوخ کر دے گا، میں اس کی صفات اپنی آسمانی کتاب میں پاتا ہوں۔

Marfat.com

(فائدہ) بحیرا راہب چونکہ تورات کا عالم تھا۔ اور تورات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پورا حلیہ مرکوز تھا، اس لیئے اس نے دیکھ کر آپؐ کو پہچان لیا کہ یہ وہی خاتم الانبیاء ہیں جو تورات کو منسوخ اور احبار یہود کی حکومت کا خاتمہ کریں گے۔ ابوطالب کو بحیرا کے کہنے سے خطرہ پیدا ہوا اور آنحضرتؐ کو مکہ معظمہ واپس کر دیا۔ (مغلطائی ص ۱۰)

دوبارہ سفرِ شام بغرضِ تجارت

مکہ معظمہ میں خدیجہؓ اس وقت ایک مالدار عورت تھیں اور ساتھ ہی نہایت عقلمند اور تجربہ کار، جن لوگوں کو ہوشیار اور معتبر سمجھتیں، ان کو اپنا مال سپرد کر دیتیں کہ فلاں جگہ جاکر فروخت کر آؤ۔ اس قدر تم کو بھی دیا جائے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اگرچہ اس وقت تک ظہور نہ ہوا تھا لیکن آپ کی دیانت وامانت کا تمام مکہ والوں میں بڑا شہرہ تھا اور ہر ایک کو آپؐ کے برگزیدہ اور پاک اخلاق کا اعتبار تھا۔ آپؐ امین کے لقب سے مشہور تھے۔ یہ شہرت اور بزرگی خدیجہ پر پوشیدہ نہ تھی۔ اس لیئے انہوں نے چاہا کہ اپنی تجارت کو آپؐ کے سپرد کر کے آپؐ کی دیانت داری سے نفع اٹھائیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہلا بھیجا کہ اگر ہماری تجارت کا مال شام کو لے جائیں تو ہم اپنا ایک غلام آپ کی خدمت کے لیئے ہمراہ کر دیں اور دوسرے لوگوں کو نفع میں سے جو حصّہ دیا جاتا ہے۔ اس سے زیادہ آپ کی خدمت کریں۔ آپؐ کی ذات مبارک چونکہ بلند ہمّت اور وسیع الخیال ہستی واقع ہوئی تھی، فوراً اس

Marfat.com

بعید سفر کے لیئے تیار ہو گئے اور خدیجہ کے غلام مَیسرہ کو ساتھ لے کر ۱۶ ذی الحجہ کو شام کی طرف روانہ ہو گئے وہاں اس مال کو نہایت عقلمندی سے بہت زیادہ نفع کے ساتھ فروخت کر دیا اور شام سے دوسرا مال خرید کر واپس ہوئے مکہ معظمہ میں لاکر خدیجہ رضؓ کو مال سپرد کر دیا۔ اس کو خدیجہ رضؓ نے یہاں بیچا تو دو چند کے قریب نفع ہُوا۔

شام کے راستہ میں جب آپ ایک مقام پر ٹھہرے ہُوئے تھے ایک راہب نسطورنامی نے آپ کو دیکھا اور نبی آخرالزمان کی جو علامتیں پہلی کتابوں میں لکھی تھیں آپ میں دیکھ کر پہچان گیا۔ راہب میسرہ کو جانتا تھا اس سے پوچھا کہ تیرے ساتھ یہ کون شخص ہیں، اس نے کہا کہ مکہ معظمہ کے رہنے والے ہیں، قریش میں کے ایک شریف نوجوان ہیں۔ اس نے کہا کہ یہ نبی ہوں گے۔ (از مغلطائی ص ۱۲ والصالحات)

حضرت خدیجہ رضؓ سے نکاح

حضرت خدیجہ رضؓ ایک عقلمند فہمیدہ عورت تھیں۔ آپ کی شرافت اور محیر العقول اخلاق کو دیکھ کر ان کو ایک سچا اعتقاد اور خالص انس ہو گیا جس سے خدیجہ رضؓ نے خود ارادہ کیا کہ آپؐ منظور فرمادیں تو آپ ہی سے نکاح کرلیں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر اکیس[1] سال کی ہوئی تو حضرت خدیجہ رضؓ سے نکاح مقرر ہوا۔ حضرت خدیجہ رضؓ کی عمر اس وقت چالیس اور بعض روایات کی رُو سے پینتالیس سال تھی۔ (مغلطائی)

---

[1] اس وقت عمر شریف کے بارے میں مختلف اقوال ہیں ۲۱-۲۱-۳۰-۲۷ (سیرت مغلطائی ص ۱۲)

نکاح میں ابوطالب اور بنو ہاشم اور رؤسائے مضر سب جمع ہوئے۔ ابوطالب نے خطبہ نکاح پڑھا، اس خطبہ میں ابوطالب نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق جو الفاظ کہے ہیں وہ سننے کے قابل ہیں۔ جن کا ترجمہ یہ ہے:۔

"یہ محمد بن عبداللہ ہیں جو اگرچہ مال میں کم ہیں۔ لیکن شریفانہ اخلاق اور کمالات کی وجہ سے جس شخص کو آپ کے مقابلہ میں رکھا جائے، آپ اس سے زیادہ عالی مرتبہ نکلیں گے، کیونکہ مال ایک زائل ہو جانے والا سایہ اور لوٹنے والی چیز ہے اور یہ محمد جن کی قرابت کو تم سب جانتے ہو، خدیجہ بنت خولہ سے نکاح کرنا چاہتے ہیں اور ان کا کل مہر معجل اور مؤجل میرے مال سے ہے اور خدا کی قسم اس کے بعد ان کی بڑی عزت اور عظمت ہونے والی ہے۔"

ابوطالب کے یہ الفاظ آپ کی شان میں اس وقت ہیں جب کہ اکیس سال کی عمر میں ہیں اور ابھی ظاہری طور سے نبوت بھی عطا نہیں ہوئی پھر اس پر یہ طرہ کہ ابوطالب اپنے اسی قدیم مذہب پر ہیں جس کو مٹانے کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام زندگی وقف ہے۔ مگر بات یہ ہے کہ حق بات چھپائی نہیں جا سکتی۔

الغرض حضرت خدیجہؓ سے آپ کا نکاح ہو گیا، وہ آپ کی خدمت میں چوبیس سال رہیں۔ کچھ مدت نزولِ وحی سے پہلے، اور کچھ مدت نزولِ وحی کے بعد۔

Marfat.com

آپ کی اولاد حضرت خدیجہؓ سے

حضرت خدیجہؓ سے آپؐ کے دو فرزند اور چار صاحبزادیاں پیدا ہوئیں۔ فرزندِ ارجمند قاسمؓ اور طاہرؓ تھے، قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام ہی سے آپؐ کی کنیت "ابوالقاسم" مشہور ہے اور طاہر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ان کا نام عبداللہ[1] تھا۔ چار صاحبزادیاں حضرت فاطمہؓ، زینبؓ، رقیہؓ اور امِ کلثومؓ تھیں۔ حضرت زینبؓ آپؐ کی اولاد میں سب[2] سے بڑی تھیں۔ (رضی اللہ عنہن وعنا اجمعین ط)

یہ سب اولاد حضرت خدیجہ کے بطن سے تھی۔ البتہ آپؐ کے تیسرے صاحبزادے جن کا نام ابراہیمؓ تھا۔ صرف وہ ماریہ قبطیہؓ سے تھے۔ آپؐ کے یہ تینوں فرزند بچپن ہی میں وفات پا گئے۔ البتہ حضرت قاسمؓ کے متعلق بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس حد تک پہنچ چکے تھے کہ سواری پر سوار ہو جائیں۔

آپ کی چاروں صاحبزادیاں

حضرت فاطمہؓ باجماعِ اُمت تمام صاحبزادیوں میں افضل تھیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں فرمایا ہے کہ وہ جنتی عورتوں کی سردار ہیں۔

---

[1] زادالمعاد میں ہے کہ آپؓ کا اصلی نام عبداللہ تھا اور طیب وطاہر دونوں آپ کے لقب تھے۔

[2] حافظ ابن قیم نے اس میں مختلف اقوال لکھے ہیں، بعض حضرات زینبؓ کو اور بعض رقیہؓ اور بعض امِ کلثومؓ کو سب سے بڑی کہتے ہیں۔ اور حضرت ابن عباسؓ سے یہ مروی ہے کہ رقیہؓ سب سے بڑی تھیں اور امِ کلثومؓ سب سے چھوٹی ۱۲ زادالمعاد ص ۲۵ جلد ا۔

Marfat.com

ان کا نکاح پندرہ برس ساڑھے پانچ ماہ کی عمر میں حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے ہُوا، چار سو اسّی درہم مہر مقرر کیا گیا۔

اس سیدۃ النساء کا جہیز کیا تھا۔ ایک چادر، ایک تکیہ جس میں کھجور کے درخت کا گودا بھرا ہوا تھا، ایک چمڑے کا گدا، ایک بان کی چارپائی، ایک چھاگل، دو مٹی کے گھڑے، دو مشکیزے اور ایک چکّی (طبقات ابن سعد وغیرہ) چکّی پیسنا اور گھر کے سب کاروبار خود اپنے ہاتھ سے کرتی تھیں، دونوں جہان کے سردار کی سب سے زیادہ لاڈلی صاحبزادی کا نکاح جہیز اور مہر یہ ہے اور ان کی فقیرانہ زندگی کا نقشہ یہ ہے، کیا اس کو دیکھ کر بھی وُہ عورتیں نہ شرمائیں گی جو بیاہ شادی کی رسموں میں دین و دنیا کو تباہ و برباد کر دیتی ہیں۔

اس میں خداوند تعالیٰ کی کوئی بڑی حکمت تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پسری اولاد زندہ نہ رہی۔ صرف دختری اولاد سے آپؐ کی نسل دنیا میں پھیلی لیکن بیٹیوں میں بھی صرف فاطمہؓ کی اولاد باقی رہی ہے، دوسری صاحبزادیوں میں بعض کے اولاد ہی نہیں ہوئی۔ بعض کی زندہ نہ رہی۔

حضرت زینبؓ کا نکاح ابوالعاص ابن الربیع سے ہوا۔ ان سے ایک لڑکا پیدا ہوا جو تھوڑی عمر میں انتقال کر گیا اور ایک لڑکی (امامہ) پیدا ہوئیں جن سے حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نے حضرت فاطمہؓ کے بعد نکاح کیا، لیکن ان سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

حضرت رقیہؓ حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کے نکاح میں آئیں اور ہجرتِ حبشہ میں آپؐ کے ساتھ رہیں۔ ۲ھ میں غزدۂ بدر سے واپسی کے وقت لا اولاد دُنیا سے رخصت ہو گئیں۔

ان کے بعد ۳ھ ان کی دُوسری بہن امّ کلثوم کا نکاح بھی رسُول اللہ

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم نے ان ہی سے کر دیا اور اسی وجہ سے حضرت عثمانؓ کا لقب ذی النورین ہوا۔ ۹ھ میں ان کا انتقال ہو گیا۔ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر میرے پاس کوئی تیسری لڑکی اور ہوتی تو اس کو بھی اس کے نکاح میں دے دیتا۔

(سیرت مغلطائی ص ۱۶، ۱۷)

عورتیں یاد رکھیں، سیرت کی معتبر روایات میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت رقیہؓ حضرت عثمانؓ سے ناراض ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کرنے آئیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ مجھے پسند نہیں کہ عورت اپنے خاوند کی شکایت کیا کرے، جاؤ اپنے گھر بیٹھو۔"

یہ ہے لڑکیوں کی وہ تعلیم جس سے ان کی حیات دنیا و آخرت دونوں درست ہو سکتی ہیں۔ (اوجز السیر لابن الفارس)

باقی ازواجِ مطہرات

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہؓ کی حیات میں کسی اور عورت سے نکاح نہیں کیا، ہجرت سے تین سال پہلے جب ان کی وفات ہو گئی اور آپؐ کی عمر ۴۹ برس میں پہنچی تو اور خواتین بھی آپؐ کے نکاح میں آئیں جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں: سودہؓ بنت زمعہ، عائشہؓ، حفصہؓ، زینبؓ بنت خزیمہ، ام سلمہؓ، زینبؓ بنت جحش، جویریہؓ، ام حبیبہؓ، صفیہؓ، میمونہؓ، یہ گیارہ ہیں جن میں دو سامنے وفات پا گئیں اور نو آپؐ کی وفات کے وقت زندہ تھیں اور یہ باجماع امت صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کی خصوصیت تھی۔ امت کے لیئے چار سے زائد عورتیں ایک وقت میں بصورت نکاح جمع کرنا جائز نہیں اور اس خصوصیت کی بعض وجوہ آ گے آتی ہیں۔

حضرت سودہؓ پہلے سکران بن عمرو کے نکاح میں تھیں۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آئیں۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ جو ابوبکر صدیقؓ کی صاحبزادی ہیں۔ چھ برس کی عمر میں تھیں جب آپؐ سے ان کا نکاح ہوا اور ہجرت کے سال نو برس کی عمر میں رخصت ہوئیں اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو آپ کی عمر صرف ۱۸ سال کی تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس نو سالہ مصاحبت سے آپ پر کیا رنگ چڑھا اور کیا حاصل ہوا۔ اس کا حال اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ بڑے بڑے صحابہ فرمایا کرتے تھے کہ ہمیں جب کسی مسئلہ میں شک ہوتا تھا تو عائشہ صدیقہؓ کے پاس اس کا علم پاتے تھے، یہی وجہ ہے کہ بڑے بڑے اجلۂ صحابہ آپ کے شاگرد ہیں۔

حضرت حفصہؓ حضرت عمرؓ کی صاحبزادی تھیں۔ پہلے انیس بن حذافہ کے نکاح میں تھیں، ان کے بعد ہجرت سے دُوسرے یا تیسرے برس آپؐ سے نکاح ہوا۔ (مغلطائی ص ۴۸)

حضرت زینب بنت خزیمہ ہلالیہؓ اُم المساکین کے نام سے معروف ہیں، پہلے طفیل بن حارث کے نکاح میں تھیں، اس نے طلاق دے دی، پھر اس کے بھائی عبیدہ سے نکاح ہو گیا۔ جب یہ بھی غزوۂ بدر میں شہید ہو گئے تو ۳ھ میں غزوۂ

احد سے ایک ماہ پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آئیں۔ (سیرت مغلطائی ص ۴۵) اور صرف دو ماہ نکاح میں رہ کر وفات پاگئیں۔ (نشر الطیب)

حضرت ام حبیبہؓ ابوسفیان کی بیٹی ہیں، پہلے عبداللہ بن جحش کے نکاح میں تھیں، ان سے اولاد بھی ہوئی، یہ دونوں مسلمان ہو کر حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے تھے، وہاں پہنچ کر عبداللہ بن جحش نصرانی ہو گیا اور حبیبہؓ اپنے ایمان پر قائم رہیں، اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی شاہ حبشہ کو خط لکھا کہ ام حبیبہؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے پیغام نکاح دیں، چنانچہ نجاشی نے پیغام دیا اور خود ہی نکاح کا کفیل ہوا اور چار سو دینار مہر میں خود ہی ادا کر دیئے۔

حضرت ام سلمہؓ حضرت ام سلمہؓ کا نام ہندہ ہے، پہلے ابو سلمہ کے نکاح میں تھیں جن سے اولاد بھی ہوئی، جمادی الثانیہ ۴ھ میں اور بعض روایات کے مطابق ۳ھ میں آپ کے نکاح میں آئیں۔ (سیرت مغلطائی ص ۵۵) کہا جاتا ہے کہ حضرت ام سلمہؓ نے تمام ازواج مطہرات کے بعد انتقال فرمایا۔

حضرت زینب بنت جحشؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی کی بیٹی ہیں، آپؐ نے ان کا نکاح زید بن حارثہ سے کرنا چاہا تھا جن کو آپؐ نے آزاد کر کے اپنا متبنیٰ بنا رکھا تھا، مگر چونکہ حضرت زید پر غلامی کا نام آچکا تھا، اس لیئے زینب اس عقد کو پسند نہ کرتی تھیں مگر بالآخر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تعمیل ارشاد کے لیئے راضی ہو گئیں، ایک سال کے قریب زید کے نکاح میں رہیں، مگر چونکہ طبعی موافقت

Marfat.com

نہ تھی۔ ہمیشہ شکر رنجی رہا کرتی تھی۔ یہاں تک کہ زید نے حض
حاضر ہو کر طلاق کا ارادہ ظاہر کیا۔ آپؐ نے ان کو سمجھا کر ط
لیکن پھر جب کسی طرح موافقت نہ ہوئی جب وُہ آزاد ہ
نے ان کی تسلی اور دلِ جوئی کے لیئے ان سے نکاح کرنا چاہا ین اس وقت عرب کے خیال میں متبنیٰ کو اصلی بیٹے کے برابر سمجھا جاتا تھا اس لیئے عام لوگوں کے خیال سے آپؐ اس نکاح سے رُکتے تھے کہ لوگ کہیں گے کہ بیٹے کی بیوی سے نکاح کر لیا، لیکن چونکہ یہ جاہلیت کی رسم تھی جس کا مٹانا اسلام کا فرض تھا، اس لیئے آیت نازل ہوئی کہ آپ لوگوں سے ڈرتے ہیں حالانکہ ڈرنا اللہ سے چاہیئے۔ (سورۂ احزاب) غرض ۴ھ میں اور بعض روایات کے موافق ۳ھ یا ۵ھ میں خداوند عالم کے حکم سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ان سے نکاح کر لیا۔ (تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ لے پالک یعنی متبنیٰ اصلی بیٹے کا حکم نہیں رکھتا۔ اس کی بیوی بعد قطع تعلق کے حرام نہیں ہوتی، اور جن لوگوں نے خدا کے اس حلال کو عقیدتاً یا عملاً حرام کر رکھا ہے وُہ آئندہ اس غلطی سے نکل جائیں اور جاہلیت کی یہ رسم ٹوٹ جائے لیکن اس دیرینہ رسم کا ٹوٹنا جب ہی ممکن تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود عملاً اس کا نفاذ کریں۔

حضرت زینبؓ کے اس نکاح کے متعلق ہم نے جو کچھ لکھا ہے نہایت صحیح روایات حدیث سے لکھا ہے جن کو صحیح بخاری کی شرح میں حافظِ حدیث علامہ ابن حجر نے نقل کیا ہے۔ (دیکھو فتح الباری، تفسیر سورۃ احزاب) اس کے علاوہ جو لغو روایات مشہور کی گئی ہیں وُہ سب منافقین اور کفار کی گھڑی ہوئی ہیں جن کو بعض مسلمان مؤرخین نے بھی بلا تنقید نقل کر دیا ہے۔

Marfat.com

غرض اسلام سے پہلے کثرتِ ازدواج ایک غیر محدود صورت سے رائج تھی، جہاں تک مذہب و ممالک کی تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کسی مذہب اور کسی قانون نے اس پر کوئی حد نہ لگائی تھی، نہ یہود نے، نہ نصاریٰ نے، نہ ہندوؤں نے، نہ آریوں نے، نہ پارسیوں نے۔

اسلام کے ابتدائی زمانہ میں بھی یہ رسم اسی طرح بغیر تحدید جاری رہی بعض صحابہؓ کے نکاح میں چار سے زائد عورتیں تھیں، حضرت خدیجہؓ کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد میں بھی خاص خاص اسلامی ضرورتوں کی بناء پر دس ازواج تک جمع ہوگئیں۔

پھر جب اس کثرتِ ازدواج سے عورتوں کی حق تلفی ہونے لگی، لوگ اوّل تو حرص میں بہت سے نکاح کر لیتے تھے مگر پھر ان سب کے حقوق ادا نہ کر سکتے تھے۔ قرآن عزیز کا ابدی قانون جو دُنیا سے ظلم وجور کو مٹانے کے لیے ہی نازل ہوا ہے۔ اس نے فطری ضرورتوں کا لحاظ رکھتے ہوئے تعدّد ازدواج کو بالکل منع تو نہ کیا لیکن اس کی خرابیوں کی اصلاح ایک تحدید کے ذریعہ سے کر دی، اور یہ ارشادِ خداوندی نازل ہوا کہ اب صرف چار عورتوں تک نکاح کر سکتے ہو اور وُہ بھی اس شرط پر کہ تم چاروں کے حقوق برابر ادا کر سکو، اور اگر اتنی ہمّت نہ ہو تو پھر ایک سے زیادہ رکھنا ظلم ہے۔

لے منوجی جو ہندوؤں اور آریوں میں مسلم بزرگ اور پیشوا مانے جاتے ہیں، دھرم شاستر میں لکھتے ہیں کہ اگر ایک آدمی کی چار پانچ عورتیں ہوں اور ایک ان میں سے صاحبِ اولاد ہو تو باقی بھی صاحبِ اولاد ہی کہلاتی ہیں (منوا دھیائے ۹۔ اشلوک ۱۸۲) از رسالہ ازدواج امرتسر) شری کرشن جی جو ہندوؤں میں بڑے واجب التعظیم اوتار مانے جاتے ہیں ان کی سینکڑوں بیبیاں تھیں۔

اس ارشاد کے بعد باجماع امت چار سے زائد بیبیوں کا نکاح میں جمع رکھنا حرام ہوگیا، جن صحابہ کے نکاح میں چار سے زائد عورتیں تھیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حکم فرمایا، انہوں نے چار کو رکھ کر باقی کو طلاق دے دی۔ حدیث میں ہے کہ حضرت غیلان مسلمان ہوئے تو ان کے نکاح میں دس عورتیں تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حکم فرمایا کہ چار رکھ کر باقی کو طلاق دے دیں۔ اسی طرح نوفل بن معاویہؓ اسلام لائے تو ان کے نکاح میں پانچ عورتیں تھیں۔ آپؐ نے ایک کو طلاق دینے کا حکم فرمایا۔ (تفسیر کبیر ص ۱۳۷ ج ۳)

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات بھی اس عام قانون کی رُد سے چار سے زائد نہ رہنی چاہیئے تھیں۔ لیکن یہ بھی ظاہر ہے کہ اُمّہات المؤمنین دوسری عورتوں کی طرح نہیں، خود قرآنِ عزیز کا ارشاد ہے۔

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ

اے نبی کی عورتو، تم نہیں ہو جیسی ہر کوئی عورتیں!

وُہ تمام امت کی مائیں ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وُہ کسی کے نکاح میں نہیں آسکتیں۔ اب اگر عام قانون کے ماتحت چار کے سوا باقی ازواج مطہرات کو طلاق دے کر ان کو علیحدہ کر دیا جاتا تو ان پر کتنا ظلم ہوتا کہ اب وُہ عمر بھر کے لیئے معطل ہو جاتیں اور رحمت للعالمین کی چند روزہ صحبت ان کے لیئے عذاب بن جاتی کہ ادھر تو فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت چھوٹتی ہے اور ادھر ان کے لیئے اس کی بھی اجازت نہیں ملتی کہ کسی اور جگہ اپنا غم غلط کر سکیں۔

اس لیئے کسی طرح مناسب نہیں تھا کہ ازواج مطہرات اس عام قانون

Marfat.com

کے ماتحت آئیں خصوصاً وہ خواتین جن کا نکاح اس لئے عمل میں آیا تھا کہ ان کے خاوند جہاد میں شہید ہو گئے اور وہ بے سرو سامان رہ گئیں۔ آپؐ نے ان کی دلداری کے لیے ان سے نکاح کر لیا۔ اب اگر ان کو طلاق دی جاتی تو ان پر کیا گذرتی، یہ اچھی دلداری ہوتی کہ وہ اب تمام عمر نکاح سے محروم ہو گئیں۔

اس لیے بحکمِ خداوندی چار سے زائد بیویوں کا رکھنا صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ٹھہری، نیز آپؐ کی خانگی زندگی کے حالات جو امت کے لیئے تمام دین و دُنیا کے معاملات میں دستور العمل ہیں ہم تک صرف ازواج مطہرات ہی کے ذریعہ سے پہنچ سکتے ہیں اور یہ ایک ایسا مقصد ہے کہ اس کے لیئے نو خواتین بھی کم ہیں، ان حالات پر نظر کرتے ہوئے کیا کوئی انسان کہہ سکتا ہے کہ یہ خصوصیت معاذ اللہ کسی نفسانی خواہش پر مبنی تھی۔

اس کے ساتھ یہ بات بھی دیکھنے کے قابل ہے کہ جس وقت سارا عرب و عجم مخالفت کے لیئے کھڑا ہوا، قتل کے منصوبے گانٹھے، طرح طرح کے عیب لگائے، بہتان باندھے (پناہ خدا) مجنون کہا، کذّاب بتلایا، غرض اس آفتابِ عالم تاب پر خاک ڈالنے کے لیئے ایڑی چوٹی کا زور لگا کر خود خاک آلود ہوئے۔ یہ سب کیا، لیکن کسی کافر نے خواہشاتِ نفسانی اور عورتوں کے معاملہ میں بھی کسی وقت آپؐ پر کوئی الزام لگایا! نہیں اور ہر گز نہیں! یہاں افتراء کے بھی پاؤں نہ ہوئے ورنہ کسی نیک نام کو بدنام کرنے کے لیئے اس سے بڑھ کر کوئی حربہ نہیں ہو سکتا۔ اگر ذرا انگلی رکھنے کی جگہ تھی تو کفّار عرب جو گھر کے بھیدی تھے۔ سب سے بڑھا چڑھا کر اس کو عیوب میں شمار کرتے لیکن وہ اتنے بیوقوف نہ تھے کہ مشاہدات کا انکار کر کے اپنی بات کا اعتبار کھو دیتے۔

Marfat.com

کیونکہ تقوٰی مجسّم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیّبہ لوگوں کے سامنے تھی جس میں وُہ دیکھ رہے تھے کہ آپ کے زمانہ شباب کا بڑا حِصّہ تو محض تجرّد اور خلوت گزینی میں گذرا۔ پھر جب عمر شریف پچیس سال میں پہنچی تو حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف سے نکاح کی درخواست ہوئی جو بیوہ اور صاحبِ اولاد ہونے کے ساتھ اس وقت چالیس سال کی عمر میں بڑھاپے کا زمانہ گذار رہی تھیں، اور آپؐ سے پہلے دو شوہروں کے نکاح میں رہ چکی تھیں اور دو۲ لڑکوں اور تین۳ لڑکیوں کی ماں تھیں۔ بارگاہِ نبوّت میں ان کی درخواست رد نہ کی گئی اور پھر اکثر عمر اسی ایک نکاح پر گذار دی گئی اور وُہ بھی اس طرح کہ ان کو چھوڑ کر حرا کے لق و دق غار میں ایک ایک مہینہ تک محض عبادتِ الٰہی میں مصروف رہتے تھے اور عمر کا بڑا حِصّہ اسی نکاح پر گذرا۔ اسی لیئے آپؐ کی جتنی اولاد ہوئی وُہ سب خدیجہؓ سے ہُوئی ہے۔

البتہ حضرت خدیجہ کی وفات کے بعد جب کہ عمر شریف پچاس سال سے تجاوز کر جاتی ہے تو یہ سارے نکاح ظہور میں آتے ہیں اور خاص خاص ضرورتوں کے ماتحت دس خواتین تک آپؐ کے نکاح میں داخل ہوتی ہیں جو سب کی سب (حضرت عائشہ کے سوا) بیوہ ہیں اور بعض صاحبِ اولاد بھی۔

ان حالات پر نظر کرتے ہوئے گمان نہیں ہو سکتا کہ کوئی سلیم الحواس انسان آپؐ کے اس تعدّد ازدواج کو معاذ اللہ، کسی نفسانی خواہش کا نتیجہ بتلا سکے گا۔

اگر کوئی شپرہ چشم آفتاب نبوّت کی عظمت و جلال کو بھی نہ دیکھ سکے اور آپؐ کے اخلاق، اعمال، تقوٰی، طہارت، زہد و ریاضت اور مقدّس زندگی کے تمام گرد و پیش کے حالات سے بھی آنکھ چرالے تو خود ان متعدّد نکاحوں کے واقعات و حالات ہی اس کو یہ کہنے پر مجبور کر دیں گے کہ تعدّد ازدواج یقیناً کوئی نفسانی

Marfat.com

خواہش پر مبنی نہ تھا۔ ورنہ ساری عمر ایک سن رسیدہ عورت کے ساتھ گذار دینا پچپن سالہ کو اس کام کے لیئے تجویز کرنا کسی انسان کی عقل تسلیم نہیں کر سکتی۔ خصوصاً جب کہ کفار عرب اور روسائے قریش آپؐ کے ایک اشارہ پر اپنا منتخب حسن و جمال آپؐ کے قدموں پر نثار کر دینے کے لیئے بھی تیار تھے، جیسا کہ سیر و تاریخ کی معتبر کتابیں اس کی شاہد ہیں[1]۔

اور اس سے بھی قطع نظر کی جائے تو خود مسلمانوں کی جمعیت بھی اس عرصہ میں لاکھوں کی تعداد تک پہنچ چکی تھی جن کی ہر عورت آپؐ کے عقد میں داخل ہونے کو بجا طور پر فلاح دارین سمجھتی تھی، یہ سب کچھ تھا، مگر حضرت نبوت کے عقد میں پچاس سال تک صرف ایک خدیجہؓ تھیں جن کی عمر بوقتِ نکاح بھی چالیس سال تھی، پھر اس کے بعد بھی جن خواتین کا نکاح کے لئے انتخاب کیا جاتا ہے وہ ایک کے سوا سب کی سب بیوہ اور صاحبِ اولاد ہیں۔ امت کی بےشمار کنواری لڑکیاں اس وقت بھی انتخاب میں نہیں آئیں۔ اس مختصر رسالہ میں تفصیل کی گنجائش نہیں ورنہ دکھلا دیا جاتا کہ آپؐ کے یہ متعدد نکاح کس قدر اسلامی اور شرعی ضرورتوں پر مبنی تھے، نیز اگر یہ نہ ہوتے تو بہت سے وہ احکام جو عورتوں ہی کے ذریعہ سے امت کو پہنچ سکتے تھے، وہ سب مخفی رہ جاتے[2]۔ کس قدر بے حیائی اور حق کشی ہے کہ حضرت رسالتمآبؐ کے اس تعدد

---

[1] سیرت مغلطائی ۱۲ منہ

[2] الحمد للہ کہ حضرت سیدی و سندی حکیم الامت تھانوی دامت برکاتہم نے اس ضرورت کو اس طرح پورا فرمایا کہ ایک رسالہ میں ان تمام احادیث کو جمع فرمایا جو ازواج مطہرات کے ذریعہ خانگی زندگی کے متعلق منقول ہوئی ہیں۔ اس رسالہ کا نام تعدد ازواج صاحب المعراج رکھا گیا۔

ازواج کو نفسانی خواہشوں پر محمول کیا جائے، اگر باطل پرستوں نے عقل و حواس کو اندھا کر دیا ہو تو کوئی کافر بھی ایسا نہیں کر سکتا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نو ازواج مطہرات کو چھوڑ کر انتقال فرمایا، آپؐ کے بعد سب سے پہلے ازواج مطہرات میں سے حضرت زینبؓ بنت جحش کی وفات ہوئی اور سب سے آخر میں حضرت ام سلمہؓ نے وفات پائی۔

آپؐ کے چچا اور پھوپھیاں

عبدالمطلب کے دس بیٹے تھے۔ حارث، زبیر، حجل، ضرار، مقوم، ابولہب عباس، حمزہ، ابوطالب، عبداللہ، جن میں سے عبداللہ آپؐ کے والد ماجد ہیں، باقی نو آپؐ کے چچا ہیں، حضرت عباس اپنے سب بھائیوں میں چھوٹے ہیں۔

آپؐ کی پھوپھیاں چھ ہیں۔ امیمہ، ام حکیم، برہ، عاتکہ، صفیہ، اروی۔

آپؐ کی پہرہ داری کرنے والے

سعد بن معاذؓ جنہوں نے غزوۂ بدر میں آپؐ کی نگہبانی کی اور ذکوان بن عبد قیس اور محمد بن سلمہؓ انصاری نے غزوۂ احد میں اور زبیرؓ نے غزوۂ خندق میں اور عباد بن بشیر و سعد بن ابی وقاص اور ابوایوبؓ اور بلالؓ نے وادی قریٰ میں۔

اور جب یہ آیت نازل ہوئی اَللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ اللہ تعالیٰ خود آپؐ کی حفاظت کریں گے تو پہرہ داری اٹھا دی گئی۔

Marfat.com

بناء کعبہ اور قریش کا آپؐ کو باتفاق امین تسلیم کرنا

جب آپؐ کی عمر شریف پینتیس ۳۵ سال کی ہوئی تو اس وقت قریش[1] نے بیت اللہ کی از سرِ نو تعمیر کرنے کا ارادہ کیا، بیت اللہ کی تعمیر ہر شخص اپنی سعادت سمجھتا تھا اور قبائل قریش نے اپنی قسمتوں کا فیصلہ اس پر کر رکھا تھا کہ اس کی تعمیر میں زیادہ حصّہ لیا جائے چنانچہ اس تعمیر کو قبائل میں تقسیم کرنے کی نوبت آئی۔ تاکہ کوئی جھگڑا پیش نہ آئے۔

اسی تقسیم عمل کے ساتھ بناء کعبہ حجرِ اسود کی حد تک پہنچ گئی۔ لیکن اب حجرِ اسود کو اٹھا کر تعمیر میں نصب کرنے کے متعلق سخت اختلاف ہوا ہر قبیلہ اور ہر شخص کی خواہش تھی کہ وہ اس سعادت کو حاصل کرے۔ یہاں تک کہ قتل و قتال پر عہد و پیمان ہونے لگے، قوم کے بعض سنجیدہ لوگوں نے ارادہ کیا کہ مشورہ کرکے کوئی صلح کی صورت نکالیں، اور اس غرض کے لیئے مسجد میں گئے۔

مشورہ میں یہ طے ہوا کہ جو شخص سب سے پہلے مسجد کے اس دروازہ میں داخل ہو وہ تمہارے معاملے کا فیصلہ کرے اور اس کے حکم کو ہر شخص دستِ قدرت کا فیصلہ سمجھ کر تسلیم کرے۔

خدا کی قدرت کہ سب سے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس دروازہ سے داخل ہوئے، آپؐ کو دیکھ کر سب نے یک زبان ہو کر کہا کہ یہ امین ہیں

[1] اس سے پہلے بیت اللہ کی تعمیر اوّل حضرت شیث نے اور پھر حضرت ابراہیمؑ نے کی تھی ۱۲۔

Marfat.com

ہم ان کے حکم پر راضی ہیں آپ تشریف لائے اور دہ حکیمانہ فیصلہ کیا کہ سب خوش ہو گئے یعنی ایک چادر پھیلا دی اور اس میں حجر اسود کو اپنے ہاتھ سے اٹھا کر رکھ دیا اور پھر حکم دیا کہ ہر قبیلہ کا منتخب آدمی چادر کا ایک ایک کنارہ پکڑ لے اسطرح کیا گیا جب بنیاد تک پہنچ گیا تو خود اپنے ہاتھ سے اٹھا کر رکھ دیا۔

ابن ہشام اس واقعہ کے نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ نبوت سے پہلے تمام قریش بالاتفاق آپؐ کو امین کہتے تھے۔

(سیرت ابن ھشام ص ۱۰۵ ج ۱)

عطاءِ نبوّت

جب آپؐ کی عمر شریف چالیس برس ایک دن کی ہوئی تو ظاہری طور پر بھی باضابطہ آپ کو خلعت نبوّت کے ساتھ ممتاز و مشرف فرمایا جس کی تاریخ ولادت کی طرح ماہ ربیع الاوّل روز دوشنبہ ہے اس کے علاوہ اور بھی مختلف اقوال ہیں

(سیرت مغلطائی ص ۱۴)

دنیا میں اشاعتِ اسلام

تبلیغ کا پہلا قدم

ابتداً جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی نازل ہوئی تو آپ اعلاناً تبلیغ کیلیے مامور نہ تھے بلکہ اس میں صرف آپؐ کی ذات کے لیے احکام تھے۔

پھر کچھ دنوں سلسلۂ وحی منقطع رہنے کے بعد جو آپ پر دوبارہ وحی شروع ہوئی تو اس میں آپ کو تبلیغ اسلام کے لیے حکم ہوا مگر دنیا میں جہالت وضلالت کی حکومت تھی

Marfat.com

بالخصوص عرب کا تکبر اور غرور اور تقلید آبائی انہیں حق پر لگانے کی ہرگز اجازت نہ دیتی تھی اس لیے ابتدا میں حکمت الٰہیہ کا اقتضا یہ ہوا کہ آپ کو اعلاناً تبلیغ و اشاعت اسلام کا امر نہ کیا جائے تاکہ اول ہی سے لوگ متنفر نہ ہو جائیں چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتداءً دعوتِ اسلام اپنی جان پہچان کے لوگوں میں اور ان شخصوں میں شروع کی جن پر آپ کا اعتماد تھا۔ یا آپ فراست کے ذریعہ ان میں خیر و صلاح کے آثار دیکھتے تھے۔

اس طریق سے سب سے پہلے زوجہ مطہرہ حضرت خدیجہؓ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ اور آپؐ کے چچازاد بھائی حضرت علی کرم اللہ وجہہ، اور آپکے متبنیٰ زید بن حارثہ مشرف بالاسلام ہوئے اور حضرت ابوبکر نبوت سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دوست تھے اور آپ کے صدق و دیانت و اخلاق سے خوب واقف تھے جب آپ نے ان کو رسالتِ الٰہیہ کی خبر دی تو فوراً آپ نے تصدیق کی اور کلمہ پڑھکر مسلمان ہو گئے۔

ابوبکر صدیقؓ اپنی قوم کے مُسَلّم بزرگ تھے تمام معاملات میں لوگ ان پر اعتماد کرتے تھے اسلام میں داخل ہونے کے بعد آپ نے بھی ان لوگوں کو دعوت اسلام دینی شروع کی جن میں کچھ صلاح و خیر کے آثار دیکھے چنانچہ حضرت عثمان غنی اور عبدالرحمٰن بن عوف اور سعد بن ابی وقاص اور زبیر بن العوام اور طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہم نے ان کی دعوت قبول کی اور آپ ان سب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لے گئے اور سب کے سب مسلمان ہو گئے۔

ان کے بعد ابوعبیدہ بن جراح اور عبیدہ بن الحارث بن عبدالمطلب اور سعید بن زید عدوی اور ابوسلمہ مخزومی اور خالد بن سعید بن العاص اور عثمان بن مظعون اور ان کے دونوں بھائی قدامہ اور عبیداللہ اور ارقم بن ارقم رضی اللہ عنہم اجمعین مشرف باسلام ہوئے

یہ سب کے سب قریش میں سے تھے اور غیر قریش میں سے صہیب رضؓ رومی، عمار بن یاسرؓ ابو ذر غفاریؓ، عبد اللہ بن مسعودؓ اسلام میں داخل ہوئے اس وقت تک یہ دعوتِ اسلام محض خفیہ جاری تھی عبادات اور اعمالِ شرعیہ بھی چھپ چھپ کر ادا کیے جاتے تھے یہاں تک کہ بیٹا باپ سے اور باپ بیٹے سے چھپ کر نماز پڑھتا تھا جب مسلمانوں کی تعداد تیس ۳۰ سے بڑھ گئی تو آں حضرت صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے ان کیلیے ایک وسیع گھر مقرر کر دیا جس میں وہ سب جمع ہو جایا کرتے تھے اور آپ ان کو تعلیم فرماتے تھے۔

اس طریقہ کی دعوتِ اسلام تین سال تک جاری رہی اسی دوران میں قریش کی ایک خاصی جماعت اسلام میں داخل ہو گئی اور پھر اور لوگ بھی داخل ہونے شروع ہو گئے اور یہ خبر مکہ میں پھوٹ نکلی اور لوگوں میں جا بجا اس کا چرچا ہونے لگا اور اب اعلاناً دعوتِ حق کا وقت آ پہنچا۔

اعلاناً دعوتِ اسلام

تین سال کے بعد، جب کہ کثرت سے مرد اور عورت اسلام میں داخل ہونے لگے اور لوگوں میں اس کا چرچا ہوا تو خداوندِ عالم نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا، کہ علی الاعلان لوگوں کو کلمہ حق پہنچائیں۔

آپ نے فوراً اس حکم کی تعمیل فرمائی اور مکہ کی پہاڑی صفا پر چڑھ کر اور قبائلِ قریش کا نام لے کر آواز دی جب تمام قبائل جمع ہو گئے تو آپ نے اوّلاً سب سے دریافت کیا کہ اگر میں آپ کو یہ خبر دوں کہ غنیم کا لشکر تم پر چڑھا چلا آ رہا ہے اور قریب ہے کہ تم پر لوٹ ڈالدے تو کیا تم میری تصدیق کرو گے سب یہ سن کر یک زبان ہو کر بولے کہ بیشک ہم آپ کی خبر کو بالکل حق سمجھیں گے کیونکہ ہم نے آج تک کبھی آپ کو جھوٹ بولتے نہیں دیکھا اس کے بعد آپؐ نے فرمایا کہ میں تمہیں خبر دیتا ہوں کہ تم نے اپنے باطل عقائد کو نہ چھوڑا

تو خدا تعالیٰ کا سخت عذاب تم پر آنے والا ہے اور فرمایا ،،

”جہاں تک مجھے معلوم ہے دنیا میں کوئی انسان اپنی قوم کے لیے اس تحفہ سے بہتر تحفہ لے کر نہیں آیا جو میں تمہارے لیے لایا ہوں میں تمہارے لیے دین و دنیا کی فلاح و بہبود لے کر آیا ہوں اور خداوند عالم نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ تمہیں اس کی طرف دعوت دوں خدا کی قسم اگر میں تمام دنیا کے انسانوں سے جھوٹ بولتا تب بھی تمہارے سامنے جھوٹ نہ بولتا اور اگر ساری دنیا کو دھوکہ دیتا تب بھی تمہیں دھوکا نہ دیتا اس ذات قدوس کی قسم ہے کہ جو ایک ہے اور جس کا کوئی سہیم و شریک نہیں کہ میں تمہاری طرف خصوصاً اور تمام عالم کی طرف عموماً خدا تعالیٰ کا رسول پیغمبر ہوں ،،[۱]

تمام عرب کی مخالفت و عداوت اور آپ کی استقامت

یہ دعوت و تبلیغ کا سلسلہ اسی طرح جاری رہا عرب کو جب یہ معلوم ہوا کہ آپ کی وحی میں ان کے بتوں کی حقیقت کھولی گئی ہے ان کی پرستش کرنے والوں کی بیوقوفی ظاہر کی گئی ہے تو آپ کی عداوت کے لیے کھڑے ہو گئے اور ان کی ایک جماعت آپ کے چچا ابوطالب کے پاس آئی کہ وہ آپ کو اس قسم کی باتوں سے روک دیں ۔ اور یا آپ ان کی حمایت چھوڑ دیں ۔

ابوطالب نے ایک عمدہ پیرائے میں جواب دیا اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح کلمہ حق کی نشر و اشاعت میں سرگرم اور بتوں کی عبادت سے لوگوں کو منع کرتے رہے جب عرب کو اس پر صبر نہ ہو سکا تو پھر ابوطالب کے پاس آئے اور سختی سے ان سے مطالبہ کیا کہ یا آپ اپنے بھتیجے کو باز رکھیں ورنہ ہم سب تمہارے خلاف

---

[۱] از دروس السیرت ص ۱۰

Marfat.com

جنگ کریں گے یہاں تک کہ فریقین میں سے کوئی ایک فنا ہو جائے۔

تمام قبائل عرب کے مقابلہ میں آپکا جواب

اب تو ابو طالب کو بھی فکر ہوئی اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس معاملہ میں گفتگو کی، آپ نے فرمایا اے عم بزرگوار:

"خدا کی قسم اگر وہ میرے داہنے ہاتھ میں آفتاب اور بائیں ہاتھ میں ماہتاب لاکر رکھ دیں اور یہ چاہیں کہ میں خدا کا کلمہ اس کی مخلوق کو نہ پہنچاؤں تو میں ہرگز اس کے لیے آمادہ نہیں ہو سکتا یہاں تک کہ یا خدا کا سچا دین لوگوں میں پھیل جائے اور یا کم از کم اسی جدوجہد میں اپنی جان دے دوں۔"

ابو طالب نے جب یہ دیکھا تو کہا اچھا جاؤ تم اپنا کام کرتے رہو میں بھی تمہاری حمایت و نصرت سے کسی وقت ہاتھ نہ اٹھاؤں گا۔

لوگوں میں نفرت پھیلانا اور اس کا الٹا نتیجہ

جب قریش نے دیکھا کہ بنی ہاشم اور بنی عبد المطلب آپکے ساتھ ہیں اور ادھر موسم حج قریب ہے اس موقع پر آپ تبلیغ میں سرگرم کوشش کریں گے اور آپ کے کلام حق کی مقناطیسی کشش سے سب واقف تھے اس لیے اندیشہ ہے کہ اب ان کا مذہب تمام دنیا کے اطراف میں پھیل جائے گا تو سب نے جمع ہو کر یہ طے کیا کہ مکہ کے تمام راستوں پر اپنے آدمی بٹھا دیے جائیں تاکہ اطرافِ عالم سے جو لوگ حج کے لیے آئیں انہیں دور ہی سے کہہ دیا جائے کہ یہاں ایک ساحر ہے جو اپنے کلام سے باپ بیٹے اور خاوند بیوی میں اور تمام رشتہ داروں میں ہی تفریق ڈال دیتا ہے تم اس کے پاس نہ جائیو لیکن —

Marfat.com

چراغے را کہ ایزد بر فروزد
کسے کش تف زند ریشش بسوزد[1]

خدا کی قدرت، ان کا یہ طرز عمل آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تبلیغ کا کام کر گیا اگر وہ ایسا نہ کرتے تو ممکن تھا کہ بہت سے لوگ آپ کا ذکر نہ سنتے لیکن انکی اس جدوجہد نے سب کو آپؐ کا مشتاق بنا دیا۔

قریش کی ایذا رسانی اور آپؐ کی استقامت

جب قریش اپنی تدبیروں میں ناکام رہے اور دیکھا کہ روز آپ کی دعوت عام ہوتی جا رہی ہے اور لوگ کثرت سے اسلام میں داخل ہو رہے ہیں تو اب ہر قسم کی ایذاء رسانی شروع کی مکہ کے چند اوباش لوگوں کو جمع کر کے اس پر آمادہ کیا کہ وہ آپؐ کا ہر مجلس میں استہزاء کریں اور جس صورت سے ممکن ہو آپؐ کو تکلیف پہنچائیں۔

آپؐ کے قتل کا ارادہ اور آپؐ کا بیّن معجزہ

ایک مرتبہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کعبہ شریف کے پاس نماز پڑھ رہے تھے جب سجدہ میں گئے تو ابو جہل نے موقع کو غنیمت سمجھ کر ارادہ کیا کہ آپ کا سر مبارک کچل ڈالے مگر ؏

دشمن اگر قوی است نگہبان قوی تر است[2]

جب پتھر لے کر آپ کے پاس پہنچتا ہے تو ہاتھ کانپ جاتے ہیں پتھر ہاتھ سے گر جاتا ہے رنگ فق ہو جاتا ہے اور بھاگ کر اپنی جماعت کے پاس آتا ہے اور کہتا ہے،

---

[1] جس چراغ کو اللہ تعالیٰ روشن فرمائیں جو شخص (بجھانے کے لیے) اس پر پھونک مارتا ہے اس کی ہی داڑھی جل جاتی ہے [2] اگر دشمن قوی ہے تو نگہبان اس سے زیادہ قوی ہے۔

کہ جب میں نے آپ کے سر کی جانب ہاتھ بڑھانے کا ارادہ کیا تو ایک عجیب وضع کا اونٹ منہ کھولے ہوئے میری طرف جھپٹا اور قریب تھا کہ مجھے کھا جائے میں نے ایسا اونٹ آج تک کبھی نہیں دیکھا۔

یہ وہ واقعہ ہے جو کفار کے مجمع میں سب کے سامنے پیش آیا اور خود کفار کے سردار ابوجہل نے اس کا اقرار کیا۔

ابوجہل، عقبہ بن ابی معیط، ابولہب، عاص بن وائل، اسود بن یغوث اسود بن عبد المطلب، ولید بن مغیرہ، نضر بن حارث، یہ لوگ ہر وقت آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے درپے آزار رہتے تھے ان میں سے کسی کو اسلام کی توفیق نہیں ہوئی بلکہ سب کے سب نہایت ذلیل ہو کر ہلاک ہوئے کچھ غزوہ بدر میں تلوار کے گھاٹ اتر گئے اور کچھ نہایت گندے اور سخت امراض میں گل سڑ کر مر گئے۔

قریش کا آپ کو ہر قسم کی طمع دینا اور آپکا جواب

جب کفار قریش نے دیکھ لیا کہ یہ تدبیر بھی کارگر نہیں ہوتی تو سب نے مشورہ کرکے یہ طے کیا کہ وہ اپنے سب سے زیادہ چالاک سردار عتبہ بن ربیعہ کو آپکے پاس بھیجیں تاکہ وہ آپ کو ہر قسم کی دنیاوی طمع دلاوے۔ شاید اس تدبیر سے آپ اپنے دعوے سے خاموش ہو بیٹھیں۔ عتبہ بن ربیعہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے پاس جاکر کہا بھتیجے تم حسب و نسب کے اعتبار سے ہم سب میں بہتر ہو اور اس کے باوجود تم نے اپنی جماعت میں ایک تفریق ڈال دی ہے اور انکے معبودوں کو اور ان کو برا بھلا کہا ان کو اور ان کے آباؤ اجداد کو جاہل ٹھہرایا تم آج اپنے دل کی بات کہہ دو اگر ان سارے قصوں سے تمہاری غرض یہ ہے کہ بڑی دولت جمع کرلو تو سنو ہم تمہارے واسطے اتنا مال جمع کردینے کے لیے تیار ہیں کہ تم اہل مکہ میں

Marfat.com

سب سے زیادہ مالدار ہو جاؤ اور اگر یہ چاہتے ہو کہ تمہیں سرداری حاصل ہو جائے تو اس پر راضی ہیں کہ تمام قریش کا سردار بنا دیں اور آپ کے حکم کے بغیر کوئی ذرہ نہ ہلائیں اور اگر آپ کی غرض بادشاہت ہے تو ہم آپ کو اپنا سب کا بادشاہ بھی بنا سکتے ہیں اور اگر تم پر معاذ اللہ کسی جن کا اثر ہے اور یہ اسی کا کلام (وحی) تم لوگوں کو سناتے ہو اور تم اس کے دفع کرنے سے عاجز ہو تو ہم آپ کے لیے کوئی طبیب تلاش کریں جو آپ کا علاج کرے۔

(سیرت مغلطائی ص ۲۰)

جب عتبہ اپنے کلام سے فارغ ہوا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسکی ساری داستان کے جواب میں صرف ایک سورت قرآن سنا دی جس کو سن کر عتبہ ہکا بکا رہ گیا اور اپنی قوم میں واپس آکر کہنے لگا کہ خدا کی قسم آج میں نے ایسا کلام سنا ہے کہ اس سے پہلے اپنی عمر میں کبھی نہیں سنا تھا خدا کی قسم نہ وہ شعر ہے نہ نجومیوں کا کلام ہے اور نہ سحر، میری رائے یہی ہے کہ تم سب اس شخص (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) کی ایذا سے باز آجاؤ کیونکہ ان کا جو کلام میں نے سنا ہے واللہ اس کی شان عظیم ظاہر ہونیوالی ہے میں تمہارا خیر خواہ ہوں تم میری بات مانو اور زیادہ نہیں تو کچھ دنوں انتظار کرو۔ اگر عرب ان پر غالب آگئے تو تم مفت میں اس تکلیف سے نجات پاؤ گے اور اگر وہ عرب پر غالب آگئے تو ان کی عزت ہماری ہی عزت ہے کیونکہ وہ ہمارے ہی قبیلہ سے ہیں۔

قریش اپنے سب سے زیادہ ہوشیار سردار کی یہ باتیں سن کر حیرت میں رہ گئے اور یہ کہہ کر جان چھڑائی کہ اس پر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جادو کر دیا ہے۔

(دروس السیرۃ ص ۱۴)

جب قریش کا کوئی حیلہ کارگر نہ ہوا تو اب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ

Marfat.com

آپ کے صحابہ کرام اور متعلقین واقربا کو بھی ستانا اور طرح طرح کی ایذائیں دینا شروع کیا حضرت بلال وغیرہ صحابہ کو سخت ایذائیں دی گئیں حضرت عمار بن یاسر کی والدہ ماجدہ اسی بناپر نہایت دردناک طریقہ سے شہید کی گئیں اور یہ سب سے پہلا واقعہ شہادت ہے جو اسلام میں پیش آیا۔

(درس السیرت ص ۲۱)

صحابہ کے لیے ہجرت حبشہ کا حکم

آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی ذات پر ہر قسم کے مظالم اور تکالیف برداشت کرتے رہے مگر جب صحابہ کرام اور دیگر اقارب تک اس کی نوبت پہنچی تو دیکھا کہ وہ نہایت صبر کیساتھ تمام مظالم سہنے کے لیے تیار ہیں مگر اس کلمہ حق اور نورِ الٰہی سے منہ موڑنے کیلیے تیار نہیں ہیں جو ان کو آپ کے ذریعہ سے وصول ہوا ہے تو ان حضرات کو اجازت دی کہ ملک حبشہ کی طرف ہجرت کر کے چلے جائیں عطائے نبوت سے پانچویں سال رجب میں بارہ[۱] مرد اور عورتوں نے حبشہ کیطرف ہجرت کی جن میں حضرت عثمانؓ اور آپؐ کی زوجہ مطہرہ حضرت رقیہؓ بھی تھیں۔

(درس السیرت ص ۱۵)

نجاشی[۲] بادشاہِ حبشہ نے ان مہاجرین کا اکرام کیا یہ سب امن و عافیت سے وہاں رہنے لگے جب قریش کو اس کی خبر ہوئی تو عمرو بن عاص، اور عبداللہ بن ربیعہ کو نجاشی کے پاس بھیجا کہ یہ لوگ مفسد ہیں ان کو اپنی قلمرو میں ٹھہرنے کی اجازت نہ دو بلکہ ان کو ہمارے سپرد کر دو۔

نجاشی ایک سنجیدہ آدمی تھا اس نے ان کے جواب میں کہا کہ میں یہ کام اس وقت تک

۱؎ از سیرت مغلطائی ص۲۱ مہاجرین کی تعداد میں اور بھی مختلف اقوال ہیں ۱۲ منہ

۲؎ ملکِ حبشہ کے بادشاہ کو نجاشی کہتے تھے ۱۲ مغلطائی

Marfat.com

نہیں کرسکتا جب تک کہ ان کے مذہب اور خیالات کی تحقیق نہ کرلوں ان حضرات سے جب نجاشی نے یہ دریافت کیا کہ اپنا مذہب اور اس کے صحیح واقعات بتلائیں تو جعفر بن ابی طالب آگے بڑھے اور فرمایا۔

"شاہا! ہم پہلے جاہلیت والے تھے بتوں کی پوجا کرتے تھے اور مردار جانور کھاتے تھے فحش کاری، قطع رحمی اور بد خلقی میں مبتلا تھے ہمارا قوی ضعیف کو کھا جاتا تھا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری طرف ایک رسول بھیجا جو ہمارے ہی کنبہ سے ہے ہم ان کے نسب اور سچائی امانت اور عفت کو خوب جانتے ہیں اور انہوں نے ہمیں اس کی دعوت دی کہ اللہ کو ایک سمجھیں اور اس کے ساتھ کسی کو سہیم و شریک نہ جانیں اور بت پرستی چھوڑ دیں۔ سچ بولیں عزیز و اقارب کے ساتھ صلہ رحمی کریں پڑوسیوں کے ساتھ اچھا سلوک کریں اور محرمات سے منع فرمایا اور خون بہانے اور جھوٹ بولنے اور یتیم کا مال کھانے سے روکا اور ہمیں نماز، روزہ زکوٰۃ اور حج کا حکم فرمایا ہم نے جب یہ سنا تو اس پر ایمان لے آئے"

نجاشی یہ سن کر بہت متاثر ہوا قریش کے دونوں قاصدوں کو واپس کر دیا، اور مسلمان ہو گیا۔

مہاجرین تقریباً تین مہینے وہاں امن و رفاہیت کے ساتھ قیام کر کے واپس آ گئے اس وقت حضرت فاروق اعظم بھی آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا کی برکت سے مشرف باسلام ہو گئے اسوقت مسلمانوں کی مردم شماری چالیس مرد اور گیارہ عورتوں سے زیادہ نہ

لہ یورپ کے بعض مشہور سیاسی لوگوں نے (غالباً لارڈ کرومر نے) کہا ہے کہ اگر مشرق و مغرب کے علماء جمع ہو کر دین اسلام کی حقیقت بیان کرنا چاہیں تو اس سے اچھا نہیں کر سکتے جو مہاجرین حبشہ نے بیان کیا ہو (۲) ۱۲ منہ

سلہ یہ نجاشی کوئی اور شخص ہے (جو نبوت کے پانچویں سال مسلمان ہوا) اصحمہ جس کا ذکر ۶ھ میں اسلام لانے کا آگے آتا ہے وہ اور ہے۔

تھی، فاروقِ اعظم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے داخلِ اسلام ہونے سے مسلمانوں کو ایک قسم کی شوکت حاصل ہوئی اور وہ لوگ جو دلائل واضحہ کے ذریعہ سے اسلام کی حقانیت کا یقین کر چکے تھے مگر قریش کی ایذا کے خوف سے اسلام ظاہر نہ کرتے تھے اب اعلانیہ اسلام میں داخل ہونے لگے اسی طرح قبائلِ عرب میں اسلام پھیلتا اور ترقی کرتا گیا۔

جب قریش نے دیکھا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہ کی عزت روز بروز ترقی کرتی جارہی ہے اور بادشاہِ حبشہ نے بھی مسلمانوں کا احترام کیا تو انہیں اپنا انجام نظر آنے لگا۔

تمام قریش نے یہ طے کیا کہ بنی عبد المطلب اور بنی ہاشم سے مطالبہ کیا جائے کہ وہ اپنے بھتیجے (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو ہمارے سپرد کر دیں ورنہ ہم ان سے بالکل قطع تعلق کر دیں گے۔

مگر بنی عبد المطلب نے اس کو منظور نہ کیا تو باتفاق رائے یہ عہد نامہ[۵] لکھا گیا کہ بنی ہاشم اور بنی عبد المطلب سے بالکل مقاطعہ کیا جائے رشتے ناتے نکاح بیاہ خرید و فروخت سب بند کر دیے جائیں اور یہ عہد نامہ بیت اللہ کے اندر معلق کر دیا گیا۔

ایک پہاڑ کی گھاٹی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپکے تمام رفقاء و اقربا کو مقید کر دیا گیا اس وقت ابولہب کے سوا تمام بنی ہاشم اور بنی عبد المطلب کے تمام افراد بلا امتیاز مسلم و کافر سب کے سب ابوطالب کیساتھ رہے اور اس گھاٹی میں قید و محصور ہو گئے سب طرف سے آمد و رفت کے راستے بند تھے خورد و نوش کا جو سامان تھا ختم ہو گیا تو سخت اضطراب پیش آیا شدت بھوک سے درختوں کے پتے تک کھانے کی نوبت آئی۔

یہ حالت دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوبارہ صحابہ کرام کو حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کے لیے فرمایا اس مرتبہ ایک بڑے قافلے نے ہجرت کی جس کی تعداد

---

۵ یہ عہد نامہ منصور بن عکرمہ نے لکھا تھا اور اسی کی شامت میں اس کا ہاتھ شل ہو گیا تھا سیر ملائی ص ۴۲ جلد

Marfat.com

تراسی[۳] مرد اور بارہ[۱۲] عورتیں[۵۱] بیان کی جاتی ہے اور پھر ان کے ساتھ یمن کے مسلمان بھی مل گئے جن میں حضرت ابو موسیٰ اشعری اور ان کی قوم بھی تھی۔

ادھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور باقی آل واصحاب نے تقریباً تین[۳] سال[۵۲] انہی مظالم اور مصائب کے ساتھ بسر کیے اس کے بعد چند آدمی اس عہد کو توڑنے اور آپ پر سے یہ محاصرہ اٹھا دینے پر آمادہ ہوئے ادھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی بتلایا گیا کہ اس عہد نامہ کو دیمک نے کھالیا ہے اور بجز خدا کے نام کے اس میں کوئی حرف نہیں چھوڑا آپ نے لوگوں سے بیان کیا دیکھا تو ٹھیک اسی طرح نکلا جیسا کہ آپ نے بیان فرمایا تھا الغرض آپ سے محاصرہ اٹھا دیا گیا

طفیل بن عمرو دوسیؓ کا اسلام لانا

اسی عرصہ میں حضرت طفیل بن عمرو دوسیؓ جو نہایت شریف اور اپنی قوم کے سردار تھے، آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام کی بدیہی حقانیت اور آپکے اخلاق کو دیکھکر برضا ورغبت مسلمان ہوگئے اور عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری قوم میں میری بات مانی جاتی ہے میں جاکر ان کو بھی اسلام کی دعوت دیتا ہوں مگر آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجیے کہ میرے ساتھ کوئی ایسی کھلی ہوئی علامت ظاہر کردی جائے جس کے ذریعہ سے میں ان کو اپنی باتوں کا یقین دلا سکوں آپؐ نے دعا فرمائی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی پیشانی پر ایک ایسا نور چمکا دیا کہ جو اندھیرے میں ایک نہایت روشن چراغ کی طرح چمکتا تھا جب طفیل بن عمرو اپنی قوم کے پاس گئے تو یہ خیال ہوا کہیں میری قوم اس نور کو کوئی مصیبت اور بیماری نہ سمجھے اور یہ نہ کہے کہ اسلام قبول کرنے کی وجہ سے مجھ پر مسلط ہو

---

۵۱ سیرت مغلطائی ص۲۲ ۱۲ منہ ۵۲ بعض روایات میں دو سال اور بعض میں چند سال بیان کیے جاتے ہیں۔ سیرت مغلطائی ص۱۳ ۱۲ منہ

Marfat.com

گیا ہے اس لیے دعا کی کہ یہ نور آپ کے تازیانہ[1] میں آجائے اللہ تعالیٰ نے دعا قبول فرمائی اور اس نور کو ان کے کوڑے کے ساتھ قندیل معلق کی طرح لگا دیا اپنے قبیلے میں پہنچ کر تبلیغ کی، کچھ آدمی آپ کی سعی سے مسلمان ہو گئے مگر چونکہ ان کے گمان کے مطابق زیادہ نہ ہوئے اس لیے آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا آپ دعا فرمائیے کہ میری سعی کامیاب ہو۔ آپؐ نے دعا فرمائی اور ارشاد فرمایا، جاؤ اب تبلیغ کرو اور نرمی سے کام لو۔

طفیل بن عمرو لوٹے اور پھر لوگوں کو اسلام کی طرف بلایا اور خدا کے فضل سے ایسے کامیاب ہوئے کہ غزوہ خندق کے بعد ستر اسی گھرانے مسلمان ہو کر غزوہ خیبر میں اپنے ساتھ لائے اور سب شریک جہاد ہوئے۔

(سیرت مغلطائی للحافظ علاؤالدین ص۲۵)

ابوطالب کی وفات

اسی عرصہ میں آپؐ کے چچا ابوطالب کی وفات[2] ہو گئی یہ سانحہ نبوت سے دسویں سال ماہِ شوال کے نصف پر پیش آیا اور اس کے تین دن[3] بعد حضرت خدیجہ کی وفات ہو گئی اور اسی لیے آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سال[4] کو غم کا سال فرمایا ہے۔

(سیرت مغلطائی ص۳۰)

---

[1] یعنی کوڑا اور چابک ۱۲ منہ [2] سیرت مغلطائی ص۲۵ [3] تاریخ وفات میں اور بھی مختلف روایتیں ہیں مثلاً ماہِ رمضان ہجرت سے ۵ سال پہلے چار سال پہلے۔ بعد معراج کذا فی سیرت مغلطائی ص۲۶ [4] اور اسی سال حضرت سودہؓ سے آپ کا نکاح ہوا اور بعض روایات میں ہے کہ حضرت عائشہ کے بعد ان سے نکاح ہوا ہے (سیرت مغلطائی ص۲۶ - ۱۲ منہ)

Marfat.com

ہجرتِ طائف

ابوطالب کی وفات کے بعد قریش کو موقع مل گیا آپؐ کی ایذا رسانی میں کوئی دقیقہ نہیں چھوڑا، جب آپ کو اہل مکہ کے قبول اسلام سے مایوسی کی صورت پیدا ہونے لگی تو اسی سال یعنی سلہ نبوی میں آخر ماہ شوال میں زید بن حارثہ کو ساتھ لے کر طائف تشریف لے گئے اور اہلِ طائف کو کلمۂ حق کی دعوت دی، اور ایک ماہ تک متواتر ان کی تبلیغ و ہدایت میں مصروف رہے مگر ایک شخص کو بھی قبول حق کی توفیق نہ ہوئی، بلکہ ظالموں نے اپنے شہر کے چند اوباش لوگوں کو سنکا دیا کہ آپ کو تکلیف پہنچائیں، یہ سنگدل بدنصیب اس سرورِ کائناتؐ کے درپے ہوگئے کہ شان رحمۃ للعالمین مانع نہ ہو تو اس کی ایک جنبش لب میں اُن کی ساری بدبستیوں کا خاتمہ ہوسکتا تھا طائف اور طائف کے بسنے والوں کا نام و نشان صفحۂ ہستی سے مٹایا جا سکتا تھا۔

ان بدبخت لوگوں نے آپؐ پر پتھر برسانے شروع کئے جن سے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم شریف زخمی ہو جاتے تھے۔ زید بن حارثہ جس طرف سے پتھر آتا ہوا دیکھتے اُس طرف خود کھڑے ہوکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بچاتے اور پتھر کو اپنے سر پر لیتے تھے یہاں تک کہ حضرت زیدؓ کا سر زخمی ہوگیا۔ بالآخر رحمتِ عالم ایک ماہ بعد طائف سے اس طرح واپس ہوتے کہ آپ کے ٹخنے شریف لہولہان تھے۔ مگر زبان پر حرف بددعا، اس وقت بھی نہ آتا تھا۔

اسراء اور معراج

نبوت کا پانچواں سال اسلام کی تاریخ میں ایک ممتاز حیثیت رکھتا ہے جس میں فخرالانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک اعزازی جلوس کے ساتھ نوازا گیا۔ جو انبیاء علیہم

Marfat.com

السّلام کی جماعت میں سے بھی صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امتیازی خصوصیت ہے جس کا مختصر واقعہ یہ ہے۔

ایک رات آپؐ حطیم کعبہؓ میں لیٹے ہوتے تھے کہ جبرئیل اور میکائیل علیہم السّلام آئے اور کہا کہ ہمارے ساتھ چلئے، آپ کو براق پر سوار کیا گیا جس کی تیز رفتاری کا یہ حال تھا کہ جس جگہ اس کی نظر پڑتی تھی وہیں قدم پڑتا تھا۔ اسی سرعت رفتاری کے ساتھ اول آپؐ کو ملک شام میں مسجد اقصیٰ تک لے گئے۔ یہاں پر اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء سابقین کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اکرام کے لئے (بطور معجزہ) جمع فرما دیا تھا۔ جبرئیل علیہ السّلام نے یہاں پہنچ کر اذان دی۔ انبیاء و رسل کی صفیں تیار ہو کر کھڑی ہوئیں لیکن سب اس کا انتظار کر رہے تھے کہ نماز کون پڑھائے۔ جبرئیل امین نے آپؐ کا دستِ مبارک پکڑ کر آگے کر دیا۔ آپؐ نے تمام انبیاء و مرسلین اور ملائکہ کو نماز پڑھائی۔

یہاں تک عالم دنیا کی سیر تھی جو براق پر ہوئی، اس کے بعد آپؐ کو مسجد اقصیٰ سے آسمان پر لے جایا گیا۔ بعض روایات کے مطابق یہ آسمانی سفر بھی براق پر ہوا مگر احادیث صحیحہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سفر براق پر نہیں بلکہ بذریعہ **معراج** ہوا معراج کے معنی سیڑھی یا زینہ کے ہیں۔ زینہ کی آج کل بھی بہت سی قسمیں موجود ہیں۔ ان میں ایک طریقہ لفٹ بھی ہے۔ اس کو بھی زینہ کہہ سکتے ہیں۔ وہ کس قسم کا زینہ تھا جس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آسمان تک پہنچے اس کی حقیقت اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں۔ کسی روایات میں منقول نہیں۔

پہلے آسمان پر آدم علیہ السّلام سے ملاقات ہوئی اور دوسرے پر عیسیٰ و یحییٰ علیہ السّلام سے اور تیسرے پر یوسف علیہ السّلام سے اور چھوتھے پر ادریس علیہ السّلام سے

سلہ اس میں یہ اختلاف ہے کہ یہ آسمانی سیر بھی براق پر ہوتی یا کسی سیڑھی وغیرہ پر، حافظ نجم الدین غیطی نے قصہ المعراج میں اس پر مفصل بحث کی ہے۔ ص ۱۱۲ ۱۲ منہ

پانچویں پر حضرت ابراہیم علیہ السّلام سے ملاقات کی۔
(صحیح بخاری مع فتح الباری ہندی ص ۵۸۴ پ ۱۵)

اس کے بعد آپؐ سدرۃ المنتہیٰ کی طرف تشریف لے چلے۔ راستہ میں حوض کوثر پر گذر ہوا۔ پھر جنت میں داخل ہوئے۔ وہاں دست قدرت کے وہ عجائب وغرائب دیکھے جو نہ کسی آنکھ نے آج تک دیکھے اور نہ کسی کان نے سنے اور نہ کسی انسان کے وہم وگمان کی وہاں تک رسائی ہوئی پھر دوزخ آپ کے سامنے پیش کی گئی جو ہر قسم کے عذاب اور سخت شدید آگ سے بھری ہوئی تھی جس کے سامنے لوہے اور پتھر جیسی سخت چیزوں کی کوئی حقیقت نہیں تھی۔

اس میں آپؐ نے ایک جماعت کو دیکھا کہ مُردار جانور کھا رہے ہیں دریافت فرمایا کہ یہ کون ہیں؟ جبرئیل علیہ السّلام نے عرض کیا کہ یہ وہ ہیں جو لوگوں کے گوشت کھاتے ہیں (یعنی اُن کی غیبت کرتے تھے) پھر دوزخ کا دروازہ بند کر دیا گیا۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھے اور جبرئیل امین یہیں ٹھہر گئے کیونکہ ان کو اس درجہ سے آگے بڑھنے کا حکم نہیں تھا۔

اور اس وقت آپ کو خداوند جلّ وعلا کی زیارت ہوئی صحیح یہ ہے کہ زیارت فقط قلب سے نہیں بلکہ آنکھوں سے ہوتی ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ اور تمام محققین صحابہ وائمہ کی یہی تحقیق ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں گر پڑے اور خداوند عالم سے ہم کلامی کا شرف حاصل ہوا۔ اسی وقت نمازیں فرض کی گئیں۔

اس کے بعد آپؐ واپس ہوتے، وہاں سے براق پر سوار ہو کر مکہ معظمہ کی طرف تشریف لے چلے۔ راستہ میں مختلف مقامات میں قریش کے تین تجارتی قافلوں پر گزرے جن میں سے بعض کو آپؐ نے سلام کیا، اور انھوں نے آپؐ کی آواز پہچانی اور مکہ واپس ہونے کے بعد

Marfat.com

اس کی شہادت دی۔ صبح سے پہلے ہی یہ سفرِ مبارک تمام ہوگیا۔

اسراءِ نبوی پر عینی شہادتیں

جب صبح ہوئی اور یہ خبر قریش میں پھیلی، تو ان کا ایک عجیب عالم تھا، کوئی تالیاں بجاتا تھا اور کوئی تعجب سے سر پہ ہاتھ رکھے ہوئے تھا، اور کوئی تمسخر سے ہنس رہا تھا۔

پھر سب نے بغرض امتحان آپ سے سوالات شروع کئے اور دریافت کیا کہ اچھا تبلائیے کہ بیت المقدس کی تعمیر اور ہیئت کیسی ہے اور پہاڑ سے کتنے فاصلہ پر ہے۔ آپؐ نے اس کا پورا نقشہ تبلادیا، اسی طرح وہ مختلف چیزیں دریافت کرتے رہے اور آپؐ بتاتے رہے یہاں تک کہ اب انھوں نے ایسے سوالات شروع کردیئے جو باوجود ایک مرتبہ دیکھ لینے کے بھی کوئی شخص نہ تبلا سکے۔ مثلاً یہ کہ مسجد کے کتنے دروازے ہیں۔ کتنے طاق ہیں وغیرہ۔

ظاہر ہے کہ یہ چیزیں کون شمار کرتا ہے۔ اس لئے آپؐ کو سخت اضطراب ہوا۔ مگر بطور معجزہ مسجد اقصیٰ آپؐ کے سامنے کردی گئی، آپ شمار کرتے اور بتاتے جاتے تھے، ابوبکر صدیق رضؓ نے فرمایا اشهد انك رسول الله اور قریش بھی اب تو سب کے سب چپ ہوئے اور کہنے لگے حالات وصفات تو بالکل درست بیان کئے ہیں، اور پھر حضرت صدیق رضؓ سے خطاب کرکے کہنے لگے کہ کیا تم تصدیق کرتے ہو کہ آپؐ ایک رات میں مسجد اقصیٰ تک پہنچ بھی گئے اور لوٹ بھی آتے ؟ حضرت صدیق رضؓ نے فرمایا کہ میں اس سے بھی زیادہ بعید چیزوں میں آپ کی تصدیق کرتا ہوں، میں ایمان لاتا ہوں کہ صبح وشام ذراسی دیر میں آپؐ کو آسمانی خبریں پہنچ جاتی ہیں تو پھر اس میں کیا تردد ہو سکتا ہے۔ اس لئے بھی آپؐ کا نام صدیق رکھا گیا ہے۔

Marfat.com

خود کفارِ قریش کی چشم دید شہادتیں

اس کے بعد قریش نے پھر بغرض امتحان دریافت کیا، اچھا تبلاؤ ہمارا قافلہ جو ملکِ شام کی طرف گیا ہوا ہے وہ کہاں ہے، آپؐ نے فرمایا فلاں قبیلہ کے ایک تجارتی قافلے پر مقام روحا میں میرا گذر ہو رہا تھا ان کا اونٹ گم ہو گیا تھا۔ وہ سب اسی کی تلاش میں گئے ہوئے تھے، میں اُن کی کجاوؤں کے پاس گیا تو وہاں کوئی نہ تھا اور ایک کوزہ میں پانی رکھا ہوا تھا۔ وہ میں نے پی لیا تھا۔

اس کے بعد فلاں قبیلہ کے تجارتی قافلے پر فلاں مقام میں ہمارا گذر ہوا جب براق اس کے قریب ہوا تو اونٹ دہشت سے ادھر اُدھر بھاگنے لگے اور ان میں ایک سرخ اونٹ تھا، جس پر دو خر دار (گون) سیاہ وسپید تھے۔ وہ تو بیہوش ہو کر گر گیا۔

اس کے بعد فلاں قبیلہ کے تجارتی قافلہ پر فلاں مقام میں ہمارا گذر ہوا جس میں سب سے آگے خاکی رنگ کا اونٹ تھا اور اس پر سیاہ ٹاٹ اور دو سیاہ خر دار (گون) تھے اور یہ قافلہ عنقریب تمھارے پاس آنے والا ہے۔ لوگوں نے دریافت کیا، کہ کب تک؟ آپؐ نے فرمایا کہ بدھ کے روز تک آجائے گا۔

چنانچہ ٹھیک اسی طرح ہوا جیسا کہ آپ نے فرمایا تھا اور ان قافلوں نے بھی آپؐ کے بیانات کی تصدیق کی۔

جب قریش پر خدا کی حجت تمام ہو گئی اور اس محیر العقول سفر کی خود ان کی قوم نے شہادت دی تو اب معاندین کے لئے بھی اس کے سوا کوئی راستہ باقی نہیں رہا کہ آپؐ کے اس سفر کو سحر اور اور آپؐ کو (معاذ اللہ) جادوگر کہہ کر کھڑے ہو گئے۔

مدینہ طیبہ میں اسلام

دس سال تک برابر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قبائل عرب کو اعلان کے ساتھ

Marfat.com

دعوتِ اسلام دیتے رہے اور عرب کی کوئی مجلس اور کوئی مجمع نہیں چھوڑا جس میں جا کر
نے اُن کو تبلیغ حق نہ کی ہو۔ موسم حج میں بازار عکاظ اور ذی المجاز وغیرہ میں گھر گھر
جا کر لوگوں کو حق کی طرف بلاتے رہے مگر وہ اس کے جواب میں آپؐ کو ہر قسم کی ایذائیں
پہنچاتے اور مذاق اڑاتے تھے کہ پہلے اپنی قوم کو مسلمان بنا لیجیے۔ پھر ہماری ہدایت کے
لئے آئیے اسی پر ایک مدت گذر گئی۔ جب اللہ تعالیٰ نے ارادہ کیا کہ اسلام کی اشاعت
اور ترقی ہو تو قبیلہ اوس کے چند آدمی مدینہ سے آپ کی خدمت میں بھیج دیئے جن
میں سے اس سال دو شخص اسد بن زرارہ اور ذکوان بن عبد قیس مشرف باسلام ہوئے
اور پھر آئندہ سال ان میں سے کچھ اور آئے جن میں سے چھ یا آٹھ آدمی مسلمان ہوئے
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے فرمایا کہ کیا تم پیغام خداوندی کی تبلیغ میں میری
مدد کرو گے، انھوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ابھی ہمارے آپس کی اوس اور خزرج
کی خانہ جنگیاں ہو رہی ہیں۔ اگر اس وقت جناب مدینہ تشریف لائے تو آپ کی بیعت
پر سب کا اجتماع نہ ہو سکے گا۔ ابھی ایک سال اس ارادہ کو ملتوی فرما دیں۔ ممکن ہے کہ
ہمارے آپس میں صلح ہو جائے اور پھر اوس و خزرج مل کر اسلام قبول کر لیں۔ آئندہ
سال ہم پھر حاضر خدمت ہوں گے۔

اس وقت[1] اس کا فیصلہ ہو سکے گا، یہ حضرات واپس مدینہ آئے اور مدینہ میں سب
سے پہلے مسجد بنی زریق میں قرآن پڑھا گیا۔

خداوندِ عالم کو منظور تھا کہ مدینہ میں اسلام کی اشاعت ہو، اسی سال پھر کے

---

[1] اس وقت مدینہ کی آبادی دو قسم کے لوگوں پر مشتمل تھی، مشرکین اور اہل کتاب مشرکین دو بڑے قبیلوں پر منقسم تھے۔ اوس اور خزرج اور یہ دونوں ہمیشہ آپس میں لڑتے رہتے تھے، اور تقریباً ایک سو بیس سال سے اُن کے درمیان آپس میں جنگ کا سلسلہ جاری تھا (سیرۃ حلبیہ صفحہ ۴۰ ج ۱) اسی طرح یہود بھی دو صفوں میں منقسم ہو گئے تھے۔ بنو قریظہ اور بنو نضیر یہ دونوں بھی آپس میں قدیم عداوتیں رکھتے تھے (بیضاوی مع حاشیہ) ۱۲ منہ

Marfat.com

عرصہ میں اوس وخزرج کے اکثر جھگڑے مٹ گئے اور سال آئندہ حج کے موقع پر حسب وعدہ بارہ آدمی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے جن میں دس قبیلہ خزرج کے اور دو اوس کے تھے، ان میں جو لوگ گذشتہ سال مسلمان نہیں ہوتے تھے وہ اب مسلمان ہو گئے اور سب کے سب آپؐ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے یہ بیعت چونکہ سب سے پہلے عقبہؑ کے پاس ہوئی تھی اس لئے اس بیعت کا نام بیعت عقبہ اولیٰ رکھا گیا (سیرت حلبیہ صـ۲۲ ج ۱)۔

یہ لوگ مسلمان ہو کر مدینہ طیبہ واپس آئے تو مدینہ کے گھر گھر میں اسلام کا چرچا تھا اور ہر مجلس میں یہی ایک بات رہ گئی۔

سب سے پہلا مدرسہ مدینہ طیبہ میں

مدینہ پہنچ کر اوس وخزرج کے ذمہ دار لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خط لکھا کہ یہاں بحمد اللہ اسلام کی اشاعت ہو چکی ہے اب کسی صاحب کو ہمارے یہاں بھیج دیجئے جو ہمیں قرآن شریف پڑھائے اور لوگوں کو اسلام کی طرف دعوت اور ہمیں احکام شرعیہ کی تعلیم دے اور نماز میں ہمارے لئے امام بنے، آپؐ نے مصعب ابن عمیر کو تعلیم قرآن کے لئے بھیج دیا اور اسلام میں سب سے پہلے مدرسہ کی بنیاد مدینہ طیبہ میں پڑ گئی (سیرت حلبیہ صـ۴۰۳ جلد ۱)۔

آئندہ سال حج کے ایام میں مدینہ طیبہ سے ایک بڑا قافلہ مکہ معظمہ پہنچا، جن میں ستر مرد اور دو عورتیں تھیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا استقبال کیا اور ان سے عقبہؑ کے پاس رات کو ملنے کا وعدہ فرمایا۔ حسب وعدہ نصف رات کے وقت

ؑ یعنی جمرہ: عقبہ جو منیٰ کے ابتدائی حصہ میں واقع ہے اور حج کرنے والے اس پر کنکریاں مارتے ہیں۔ بعد میں اس جگہ ایک مسجد تعمیر کر دی گئی تھی جو مسجد بیعت کے نام سے موسوم ہے۔

سب لوگ جمع ہو گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کے چچا عباسؓ بھی تشریف لائے اگرچہ حضرت عباسؓ اس وقت تک مسلمان نہ ہوئے تھے۔

جب سب جمع ہو گئے تو حضرت عباسؓ نے اُن سے خطاب کر کے فرمایا کہ یہ میرا بھتیجا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ اپنی قوم میں عزت و حفاظت کے ساتھ رہا ہے تم جو اس کو مدینہ لے جانا چاہتے ہو تو دیکھ لو اگر تم اُن کے عہد کو پورا کر سکو اور مخالفین سے اُن کی پوری حفاظت کر سکو تو اس کا ذمہ لو ورنہ ان کو اپنے قبیلہ میں رہنے دو، مدنی قبیلہ کے سردار نے کہا، بے شک ہم اس کا ذمہ لیتے ہیں اور ہمارا یہی قصد ہے کہ آپؐ کی بیعت کو پورا کریں، یہ سن کر (عہد بیعت کو پختہ کرنے کے لئے) حضرت اسعد بن زرارہؓ بول اُٹھے " اے اہل مدینہ ذرا ٹھہرو، تم سمجھتے ہو کہ آج تم کس چیز پر بیعت کر رہے ہو؟ سمجھ لو کہ یہ بیعت تمام عرب و عجم کے مقابلے میں جنگ اور مخالفت کا عہد ہے، اگر تم اس کو نباہ سکتے ہو تو عہد کرو، ورنہ عذر کر دو۔ اس پر سب نے یک زبان ہو کر کہا کہ ہم کسی حال میں اس بیعت سے ہٹنے والے نہیں، پھر عرض کیا یا رسول اللہ اگر ہم نے اس عہد کو پورا کیا تو ہمیں اس کی کیا جزا ملے گی، آپؐ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ کا راضی ہونا اور جنت۔ یہ سن کر سب نے کہا کہ ہم اس پر راضی ہیں، آپؐ دست مبارک دیجئے کہ ہم بیعت کریں، آپؐ نے ہاتھ بڑھایا اور سب بیعت سے مشرف ہوئے۔

خدا جانے اس رسولِ امین کی نظر فیض اثر اور چند کلمات نے ان لوگوں پر کیا اثر کیا تھا کہ ایک ہی صحبت میں تمام دنیوی علائق اور جاہ و مال اور عزت و آبرو اس کے مقابلہ پر قربان کر سکنے کے لئے کمربستہ ہو گئی اور پھر یہ رنگ ان کی اولاد تک قائم رہا، حضرت ام عمارہ جو شریک بیعت تھیں۔ اُن کے صاحبزادے حضرت حبیبؓ کا واقعہ ہے کہ ان کو مسیلمہ کذاب مدعی نبوت نے گرفتار کر لیا اور طرح طرح کے عذاب میں مبتلا رکھ کر نہایت بے دردی سے قتل کیا، لیکن اس عہد کے خلاف کوئی کلمہ زبان سے نہ نکالا۔

Marfat.com

یہ ظالم اُن سے دریافت کیا کرتا تھا کہ محمدؐ اللہ کے رسول ہیں تو وہ فرماتے بیشک، پھر پوچھتا کہ اس کی بھی گواہی دیتے ہو کہ میں بھی اللہ کا رسول ہوں؟ تو فرماتے ہرگز نہیں۔ اس پر وہ ان کا ایک عضو کاٹ لیتا تھا، پھر دوبارہ اسی طرح دریافت کرتا اور جب وہ اس کی نبوت کو ماننے سے انکار کرتے تو کم بخت ایک اور عضو کاٹ ڈالتا۔ اسی طرح ایک ایک عضو کر کے تمام بدن کے ٹکڑے کر دیئے (سیرت حلبیہ ص۹ ج۲) الغرض شہید ہو گئے کہ باوجود جائز ہونے کے اس کو گوارا نہ کیا کہ عہد اسلام کے خلاف کوئی لفظ زبان سے نکالیں ؎

اگرچہ[۱] خرمن عمرم غم تو داد بباد
بخاک پائے عزیزت کہ عہد نشکستم

اس کے بعد سب نے بیعت کی، اس وقت مبایعین کی تعداد تہتر مرد اور دو عورتیں تھیں، اور اس بیعت کا نام بیعت عقبہ ثانیہ ہے۔

اسکے بعد سب نے اُن میں سے بارہ آدمیوں کو تمام قافلہ کا ذمہ دار امیر بنایا (حلبیہ ص۱۱ ج۲)

ہجرت مدینہ کی ابتداء

قریش کو جب اس بیعت کی خبر ہوئی تو اُن کے غیظ کی انتہاء نہ رہی اور مسلمانوں کی ایذا رسانی میں کوئی دقیقہ نہ چھوڑا، اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کا مشورہ دیا۔ صحابہ نے آہستہ آہستہ قریش سے خفیہ ایک ایک دو دو کر کے مکہ معظمہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کرنا شروع کر دیا، یہاں تک کہ مکہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت علیؓ اور تھوڑے سے غیر مستطیع لوگوں کے علاوہ کوئی مسلمان باقی نہ رہا۔ صدیق اکبرؓ نے بھی ہجرت کا ارادہ کیا، مگر آپؐ نے اُن کو فرمایا کہ ابھی ٹھہرو۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی ہجرت کی اجازت دیدے۔ صدیق اکبرؓ اس کے انتظار میں

[۱] (ترجمہ) تیرے غم نے اگرچہ میرے خرمن عمر کو برباد کر دیا لیکن تیرے قدم شریف کی قسم کہ میں نے تیرا عہد نہیں توڑا۔ ۱۲ منہ

رہے اور دو اونٹنیاں اس سفر کے لئے مہیا کیں ایک اپنے لئے اور دوسری آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے۔ (سیرت مغلطائی ص ۳۱)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت مدینہ

کفار قریش کو جب حالات معلوم ہوئے تو دار الندوہ میں مشورہ کے لئے جمع ہوتے کہ اب آپ کے معاملہ میں کیا کیا جائے کسی نے قید کرنے کی رائے دی اور کسی نے جلا وطن کرنے کی مگر ان کے چالاک لوگوں نے کہا کہ یہ مناسب نہیں کیونکہ قید کرنے کی صورت میں ان کے اعوان وانصار ہم پر چڑھ آویں گے اور ہم سے چھڑا لیں گے۔ اور جلا وطن کرنے کی صورت تو سراسر ہمارے لئے مضر ہے کیونکہ اس صورت میں اطراف مکہ کے عرب تمام آپ کے کریمانہ اخلاق اور شیریں کلام اور کلام پاک کے گردیدہ ہو جائیں گے اور وہ ان سب کو لے کر ہم پر چڑھائی کریں گے۔ (سیرت مغلطائی) اس لئے بدبخت ابو جہل نے یہ رائے دی کہ آپ کو قتل کیا جائے اور قتل میں ہر ایک قبیلہ کا ایک ایک آدمی شریک ہو تاکہ بنی عبد مناف (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قبیلہ) بدلہ لینے سے عاجز ہو جائے۔ سب نے اس رائے کو پسند کیا، اور ہر قبیلے کا ایک ایک جوان اس کام کے لئے مقرر کر دیا کہ فلاں رات میں یہ کام کیا جائے۔

ادھر خداوند عالم نے آپ کو ان کے مشورہ کی اطلاع دیدی اور آپ کو ہجرت کا حکم فرمایا جس رات میں کفار قریش نے اپنے خیالِ خام کو پورا کرنے کا ارادہ کیا اور مختلف قبائل کے بہت سے جوان آپ کے مکان کا محاصرہ کر کے بیٹھ گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت ہجرت کا ارادہ فرمایا۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ارشاد کیا کہ وہ آپ کی چارپائی پر آپ کی چادر اوڑھ کر سو جائیں تاکہ کفار کو آپ کے گھر میں نہ ہونے کا علم نہ ہو۔ اس کے بعد آپ گھر سے باہر تشریف لائے تو دروازہ پر قریش کا ایک میلا لگا ہوا

تھا۔ آپؐ سورہ یٰسین شریف پڑھتے ہوئے باہر نکلے اور جب آیت فَاَغْشَيْنٰهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ ۝ پر پہنچے تو اس کو کئی مرتبہ دوہرایا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا اور وہ آپؐ کو نہ دیکھ سکے اور آپؐ صدیق اکبرؓ کے گھر تشریف لے گئے، وہ پہلے ہی سے تیار تھے اور ایک راستہ بتانے والے کو بھی اپنے ساتھ تیار کر رکھا تھا۔

صدیق اکبرؓ آپ کے ساتھ ہو لئے اور مکان کی پشت کی جانب سے ایک کھڑکی کے راستے سے دونوں باہر نکلے اور ثور کی طرف تشریف لے گئے (ثور مکہ کے قریب ایک پہاڑ ہے۔

غار ثور کا قیام آپؐ اس پہاڑ کے ایک غار میں جا کر ٹھہر گئے، ادھر یہ قریشی جوان صبح تک آپؐ کے باہر تشریف لانے کا انتظار کرتے رہے اور بالآخر یہ معلوم ہوا کہ وہاں آپؐ کی جگہ علیؓ ہیں تو سخت پریشان ہوتے اور چاروں طرف اپنے قاصد آپؐ کی تلاش میں بھیجے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گرفتار کرنے پر سو اونٹ کا انعام مقرر کیا بہت سے آدمی آپؐ کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے اور بعض قیافہ شناس لوگ آپؐ کے نشانِ قدم پر تلاش کرتے ہوئے ٹھیک اس غار کے کنارے پر پہنچ بھی گئے۔ کہ اگر ذرا جھک کر دیکھتے تو صاف آپؐ کے سامنے تھے اس وقت صدیق اکبرؓ غمگین ہوتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ، گھبراؤ نہیں، اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔ خدا کی قدرت کہ ان سب کی نظریں اس غار سے پھیر دی گئیں، اور کسی نے جھک کر نہ دیکھا بلکہ ان کے سب سے بڑے چالاک امیہ بن خلف نے کہا کہ یہاں ان کا ہونا محال ہے۔ کیونکہ بحکم خداوندی اس غار کے دروازے پر رات رات میں مکڑی نے جالا تن دیا تھا اور جنگل کے کبوتر نے گھونسلا بنا لیا تھا۔[۱]

---

[۱] حضرت سہیلیؒ فرماتے ہیں کہ حرم کے کبوتروں کی نسل اس کبوتر سے چلی ہے۔ (سیرت مغلطائی)

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیق اکبرؓ اس غار میں تین رات متواتر چھپے رہے یہاں تک کہ تلاش کرنے والے مایوس ہو کر بیٹھ گئے۔

ان تینوں دنوں میں برابر صدیق اکبرؓ کے صاحبزادے عبداللہ رات کو خفیہ آپؐ کے پاس آتے اور صبح سے پہلے ہی مکہ پہنچ جاتے تھے۔ دن بھر قریش کی خبریں سن کر راتوں کو آپؐ کے سامنے بیان کرتے تھے، اور اُن کی بہن اسماء بنت ابوبکرؓ ہر رات میں کھانا آپ کے پاس پہنچاتی تھیں۔ چونکہ عرب کے لوگ نشانِ قدم کو بہت پہچانتے تھے۔ اس لئے عبداللہؓ نے اپنے غلام سے کہہ رکھا تھا کہ روزانہ بکریاں چرانے کے لئے اس غار تک لے جایا کرے تاکہ اُن کے نشاناتِ قدم مٹ جائیں۔

غارِ ثور سے مدینہ کی طرف روانگی

غارِ ثور کے قیام کے تیسرے دن ربیع الاول سنہ ۱ھ[1] بروز پیر صدیق اکبرؓ کے آزاد کردہ غلام عامر بن فہیرہؓ دونوں اونٹنیاں لے کر پہنچے۔ جو اسی سفر کے لئے حضرت صدیقؓ نے مہیا کی تھیں اور اُن کے ساتھ عبداللہ بن اریقط بھی پہنچے جن کو راستہ بتلانے کے لئے اُجرت دے کر ساتھ لے لیا تھا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک ناقہ پر سوار ہو گئے اور صدیق اکبرؓ دوسری پر۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے اپنے ساتھ عامر بن فہیرہؓ کو بھی خدمت کے لئے بٹھا لیا اور عبداللہ بن اریقط آگے آگے راستہ دکھانے کے لئے چلے۔

سراقہ بن مالک کا راستہ میں پہنچنا اور اُس کے گھوڑے کا زمین میں دھنسنا

آگے بڑھے تو قریش کے قاصدوں میں سے سراقہ بن مالک جو آپؐ کی تلاش میں پھر رہا تھا یہاں تک پہنچ گیا۔ جب آپؐ کے قریب آیا تو اس کے گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور سراقہ گر پڑا مگر پھر سوار ہو کر آپؐ کے پیچھے چلا، یہاں

[1] جو آپ کی ولادت سے ۵۳ھ اور بعثت سے ۱۳ھ ہوتا ہے۔

تک کہ آپ کی تلاوت قرآن کی آواز سنی، اس وقت صدیق اکبرؓ بار بار مڑ کر اس کو دیکھتے تھے، مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف التفات ہی نہ کیا۔ جب زیادہ قریب آگیا تو اس کے چاروں پاؤں زمین کے خشک اور سخت ہونے کے باوجود گھٹنوں تک اندر اتر گئے اور سراقہ دوبارہ زمین پر گر پڑا۔

اب ہر چند گھوڑے کو نکالتا ہے مگر وہ نہیں نکلتا۔ مجبور ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پناہ مانگی تو آپؐ ٹھہر گئے اور آپؐ کی برکت سے گھوڑا وہاں سے نکل آیا (سیرت مغلطائی)۔

جب گھوڑے کے پاؤں زمین سے نکلے تو پاؤں کی جگہ سے ایک دھواں اٹھتا ہوا دکھائی دیا، اس کو دیکھ کر سراقہ اور بھی زیادہ ششدر رہ گیا اور نہایت عاجزی کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے توشہ اور موجودہ سامان اونٹ وغیرہ پیش کرنے لگا، آپؐ نے اس کو قبول نہ کیا اور فرمایا کہ جب تم اسلام قبول نہیں کرتے تو ہم بھی تمھارے اونٹ وغیرہ قبول نہیں کرتے۔ بس اتنا کافی ہے۔ کہ تم ہمارے حال کو کسی سے بیان نہ کرو، سراقہ ادھر سے واپس ہوا اور جب تک آپؐ کے متعلق خطرہ ہو سکتا تھا اس وقت تک کسی سے اس واقعہ کا ذکر نہیں کیا۔ (حلبیہ ۳۶ ج ۱۰)۔

سراقہ کی زبان سے آپؐ کی نبوت کا اعتراف

کچھ دنوں کے بعد سراقہ نے ابو جہل[1] سے اس واقعہ کا ذکر کرنے کے بعد چند اشعار[2] پڑھے جنکا ترجمہ یہ ہے۔

"اے ابو حکم (ابو جہل) لات کی قسم، لات ایک بت کا نام ہے جس کی قریش پوجا کرتے تھے) اگر تم اس گھوڑے کے زمین میں دھنس جانیکا مشاہدہ کرتے تو تمھیں اس بات میں شک کی گنجائش نہیں رہتی کہ محمد (صلی اللہ علیہ

[1] ابو جہل کی کنیت عرب میں ابو حکم تھی مگر اسلام سے منحرف ہونے سے اس کو ابو جہل کا خطاب دیا۔ اس مضمون کو کسی نے اس شعر میں خوب ادا کیا ہے۔ الناس کنوہ اباحکم واللہ کناہ ابا جہل [2] اصل اشعار یہ ہیں۔

وسلم) خدا کے رسول ہیں۔ میری رائے میں تمہیں لازم ہے کہ ان کی مخالفت سے خود بھی اجتناب کرو، اور لوگوں کو بھی منع کرو۔ کیونکہ مجھے یقین ہے کہ تھوڑے ہی عرصہ میں اُن کی کامیابی کے نشانات اس طرح چمک جائیں گے کہ تمام انسان اس کی تمنا کریں گے کہ کاش ہم اُن سے صلح کر لیتے۔ (سیرت مغلطائی ص۲۵)۔

اباحکم واللات لوکنت شاهدًا[۱]	لامر جوادٍ اذ تسخ قوائمہ ؟
عجبت ولم تشکک بان محمدًا	نبی وبرهان فمن ذا یکاتمہ
علیك بکف الناس عنہ فاننی	اذی امرہٗ یوما ستبد و معالمہ
بامر یود الناس فیہ باسرهم	لو ان جمیع الناس طرا یسالمہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ
اُم معبد اور ان کے خاوند کا اسلام

راستہ میں ایک عورت (اُم معبد بنت خالد) کے مکان پر گزر ہوا ان کی بکری جو بالکل دودھ نہ دیتی تھی آپ نے اس کے تھنوں پر ہاتھ پھیر دیا تو وہ دودھ سے بھر گئے جس کو آپ نے بھی پیا اور اپنے ساتھیوں کو بھی پلایا اور یہ برکت اسی طرح برابر جاری رہی، جب آپ یہاں سے رخصت ہوئے تو اُم معبد کا خاوند آیا۔ اور بکری کے دودھ کے متعلق یہ عجیب واقعہ دیکھ کر حیران رہ گیا۔ سبب پوچھا تو اُم معبد نے کہا کہ ایک نہایت شریف وکریم جوان آج ہمارے یہاں تھوڑی دیر کے لئے مہمان ہوئے تھے، یہ سب ان کی برکت ہے۔ خاوند یہ سُن کر کہنے لگا۔ بخدا یہ تو وہی مکہ والے بزرگ معلوم ہوتے ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ اس کے بعد ان دونوں نے بھی ہجرت کی اور مدینہ پہنچ کر مسلمان ہو گئے۔

نزولِ قبا یہاں سے روانہ ہو کر آپ قبا پہنچے (یہ مدینہ کے قریب ایک مقام ہے)

[۱] یہ اشعار سیرت مغلطائی کے نسخہ میں غلط تھے، ان کی تصحیح روض الانف ص۶ ج۲ سے کی گئی ہے۔

انصار کو جب سے آپؐ کے تشریف لے آنے کی خبر پہنچی تھی روزانہ استقبال کے لئے بستی سے باہر آتے تھے اس روز بھی حسب دستور انتظار کر کے واپس ہو گئے تھے کہ یکایک ایک آواز سنی گئی کہ جن کا انتظار تھا وہ تشریف لے آئے۔

آپؐ کو تشریف لاتے ہوئے دیکھ کر سب نے جوش مسرت سے استقبال کیا۔ اور آپؐ کے رفقاء نے چودہ روز قبا میں قیام[1] فرمایا، اسی عرصہ میں آپ نے قبا میں ایک مسجد کی بنیاد ڈالی اور یہ سب سے پہلی مسجد ہے جو اسلام میں بنائی گئی۔

حضرت علیؓ کی ہجرت اور قبا میں آپ سے مل جانا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امانتداری چونکہ کفار کو بھی مسلم تھی اس لئے آپ کے پاس اکثر لوگوں کی امانتیں رہتی تھیں، بوقت ہجرت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو آپؐ نے اس لئے پیچھے چھوڑا تھا کہ جو امانتیں لوگوں کی آپؐ کے پاس تھیں وہ اُن کے سپرد کر کے آپؐ کے پاس وہ بھی مدینہ پہنچ جائیں۔

اسلامی تاریخ کی ابتداء

اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے اسلامی تاریخ کی ابتداء حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کی[2]، اور اس کا پہلا مہینہ محرم کو قرار دیا۔

مدینہ طیبہ میں داخل ہونا

ماہ ربیع الاول بروز جمعہ قبا سے رخصت ہو کر مدینہ طیبہ کی طرف روانگی ہوئی، انصار مدینہ جوش مسرت سے آپؐ کی سواری کے ارد گرد چل رہے تھے۔ کوئی پیدل، کوئی سوار آپؐ کے ناقہ کی باگ تھامنے میں پیشقدمی کرنا چاہتا تھا۔ ہر شخص کی دلی تمنا تھی کہ آپؐ اس کے یہاں مقیم ہوں، عورتیں، بچے خوشی کے ترانے پڑھ رہے تھے۔ یہ چونکہ جمعہ کا دن تھا، بنی سالم

[1] قیام قبا کے متعلق اقوال، تین دن اور چار یا پانچ دن اور بعض روایات میں بائیس دن مذکور ہیں (سیرت مغلطائی ص۳۳)

[2] شیخ جلال الدین سیوطی نے اپنے رسالہ الشماریخ فی علم التاریخ میں اس کی تائید کی ہے۔ ۱۲ منہ

Marfat.com

بنی عوف کے مکانات کے قریب جمعہ کا وقت ہو گیا۔ آپؐ سواری سے اترے اور جمعہ ادا کرنے کے بعد پھر سوار ہوتے، اب جس انصاری کا مکان راستہ میں پڑتا ہے وہ التجا کرتا ہے کہ میرے غریب خانہ پر قیام فرمایئے۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اونٹنی کو اپنے حال پر چھوڑ دو، وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مامور ہے۔ جس جگہ اس کو ٹھہرنے کا حکم ہے وہاں جاکر خود ٹھہر جائے گی، چنانچہ یہ اونٹنی اسی طرح چلتی رہی۔ یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ننھیال بنی عدی بن نجار کے مکانات آگئے تو ابوایوبؓ انصاری کے مکان کے سامنے جاکر اونٹنی بیٹھ گئی، آپؐ ابوایوبؓ کے مکان پر مہمان ہوئے اور ایک مدت تک انہی کے مکان پر مقیم رہے

مسجد نبوی کی تعمیر اس وقت مدینہ میں کوئی مسجد موجود نہیں تھی، جس جگہ موقع ملتا نماز ادا کی جاتی تھی، اس کے بعد وہ جگہ خریدی گئی جس جگہ ناقہ بیٹھی تھی اس جگہ میں مسجد نبوی کی تعمیر کی گئی جس کی دیواریں کچی اینٹوں[۱] کی اور ستون کھجور کے درخت کی لکڑی کے اور چھت کھجور کی شاخوں سے بنائی گئی تھی اور قبلہ کا رخ بیت المقدس کی طرف رکھا گیا (جو اس وقت مسلمانوں کا قبلہ تھا۔)

---

[۱] پھر حضرت عمرؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں اس میں اور جگہ بڑھائی مگر تعمیر اسی وضع کی باقی رکھی پھر حضرت عثمانؓ نے اپنے زمانہ میں اس میں بہت بڑا اضافہ اور تغیر کیا۔ جگہ بھی بہت بڑھادی اور دیواریں منقش پتھروں اور چاندی کے نقش ونگار سے آراستہ اور ستون منقش پتھروں کے اور چھت سال کی لکڑی کی بنائی۔ پھر حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے ولید بن عبدالملک کے زمانہ خلافت میں اس کے حکم سے مسجد کی توسیع کی اور ازواج مطہرات کے حجرات بھی اس میں شامل کر دیئے اس کے بعد ۱۶۰ھ میں خلیفہ مہدی نے اور اس کے بعد ۲۰۲ھ میں مامون نے اس میں توسیع وتغیرات کئے اور اس کی بنیاد کو خوب مضبوط کر دیا۔ (سیرت مغلطائی ص۳۲) اس کے بعد سلاطین آل عثمان نے نہایت عمدہ تعمیر کی جو اب تک موجود ہے اور اب موجودہ شاہ سعود نے اور شاہ فیصل نے توسیع کی ہے۔

Marfat.com

مسجد کے ساتھ دو حجرے بھی بنائے گئے، ایک حضرت عائشہ رضؓ کے لئے اور دوسرا سودہ رضؓ کے لئے، اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو مکہ بھیجا کہ آپؐ کے آل و عترت کو مدینہ طیبہ لے آئے، اس وقت حضرت صدیق اکبر رضؓ نے بھی سب اہل و عیال کو مدینہ بلوالیا۔

چنانچہ ام المؤمنین سودہ رضؓ اور دو صاحبزادیاں فاطمہ رضؓ اور ام کلثوم رضؓ مدینہ آ گئیں تیسری صاحبزادی زینب رضؓ کو ان کے خاوند ابوالعاص نے (جو اس وقت تک مسلمان نہ ہوئے تھے) نہ آنے دیا اور ادھر صدیق اکبر رضؓ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ اپنی مادر اور دونوں بہنوں عائشہ رضؓ اور اسماء رضؓ کو ساتھ لے کر مدینہ پہنچے۔

اور اب مکہ میں صرف چند مسلمان رہ گئے جن کو سفر کی طاقت نہیں تھی بلکہ بعض ایسے لوگ بھی وہاں سے چل نکلے کہ راستہ ہی میں اُن کی وفات ہو گئی۔

سنہ ۱ھ

مشروعیت جہاد

سریہ حمزہؓ وسریہ عبیدہؓ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ترسٹھ سالہ زندگی کا اجمالی نقشہ ناظرین کے سامنے آچکا ہے کسی قدر تفصیل کے ساتھ یہ بھی معلوم ہوچکا ہے کہ دنیا میں اسلام کی اشاعت کس طرح ہوئی اور وہ ہر طبقہ اور ہر قبیلہ کے ہزارہا انسان جو ہجرت تک اسلام کے حلقہ بگوش بن کر کچھ ایسے مست ہوتے تھے کہ اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے مال واجداد، آباؤ اجداد بیویوں اور بچوں سے بلکہ اپنی جانوں سے بھی زیادہ عزیز سمجھتے تھے، اُن کے اسلام میں داخل ہونے کا سبب کیا تھا، حکومت کا جبر و اکراہ تھا یا کوئی لالچ اور جاہ کی طمع تھی، یا کوئی پر شوکت جمعیت تھی جس کی تلوار نے اُن کو مجبور کیا تھا، یا کچھ اور؟

لیکن جب اس نبی اُمّی (روحی فداہ) پر میرے ماں باپ فدا ہوں صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات طیبات پر نظر ڈالی جاتی ہے تو بلا وہم اختلاف ان سب کا جواب نفی میں ملتا ہے، اور ظاہر ہے کہ وہ یتیم جس کے والد کا سایہ دنیا میں آنے سے پہلے ہی اس کے سر سے اٹھ چکا ہو، اور جس کو بچپن کے چھٹے سال میں والدہ کی آغوش شفقت سے بھی جواب مل گیا ہو جس کے گھر میں مہینوں آگ جلنے کی بھی نوبت نہ آتی ہو، جس کے گھر والوں نے کبھی پیٹ بھر روٹی نہ کھائی ہو، جس کے رہے سہے عزیز و قریب بھی ایک کلمۂ حق کہنے

Marfat.com

کی وجہ سے نہ صرف یکسو بلکہ سخت دشمن ہو گئے ہوں وہ کیا کسی پر حکومت کرسکتا یا مال کے لالچ سے یا تلوار کے زور سے کسی کو اپنا ہم خیال بنا سکتا تھا؟ اس کے علاوہ تاریخ کے دفتر سامنے ہیں جن میں بلا اختلاف موجود ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف کے یہ ترپن سال اس طرح گذرے کہ ابتدائی بے سروسامانی و بیکسی کے بعد جب اسلام کو ایک ظاہری قوت بھی حاصل ہوئی اور بڑے بڑے شجاع بہادر اور متمول صحابہ داخلِ اسلام بھی ہو گئے۔ اس وقت بھی اسلام نے کسی فر پر ہاتھ نہیں اٹھایا بلکہ ظالموں کے ظلم کا جواب تک نہیں دیا۔ حالانکہ کفار مکہ کیطرف سے نہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس بلکہ آپ کے تمام متعلقین آل و اتباع پر بھی وہ مظالم ڈھائے گئے کہ بیان اور تحریر میں نہیں آسکتے۔

کفار قریش نے جو ہر قسم کی قوت و شوکت رکھتے تھے آپ کی ایذارسانی بلکہ قتل کرنے میں کوئی امکانی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھا، جیسا کہ تین سال تک آپ کا مع اپنے متعلقین کے محصور رہنا، آپ کے ساتھ قریش کا مکمل مقاطعہ آپ کے قتل کے لئے سازشیں، صحابہ کرام کو ہر قسم کی ایذائیں پہنچانا وغیرہ آپ معلوم کر چکے ہیں۔

یہ سب کچھ تھا، مگر قرآن اپنے پیروؤں کو صبر و استقلال کے سوا کسی حربہ کے استعمال کی اجازت نہ دیتا تھا، ہاں اس وقت جس جہاد کا حکم تھا وہ یہ کہ کفار کو حکمت[1] اور نصیحت کی باتوں سے اپنے رب کی طرف بلاؤ اور اگر باہمی مکالمے کی نوبت آئے تو حسن تدبیر اور نرم کلام سے اُن کا مقابلہ کریں اور قرآن[2] کے دلائل واضحہ سے ان کے ساتھ پورا جہاد کرو تاکہ وہ حق کو سمجھ لیں۔

---

[1] آیت ادع الی سبیل ربك بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ وجادلهم بالتی هی احسن کا یہی مضمون ہے۔

[2] آیت وجاهدهم به جهادًا کبیرًا کا یہی مطلب ہے ۱۲ منہ

Marfat.com

اس وقت تک جو ہزار ہا انسان اسلام کے حلقہ بگوش بن کر ہر قسم کے مصائب کا نشانہ بننے پر راضی ہوئے ظاہر ہے کہ وہ کسی دنیوی طمع یا حکومت کے جبر یا تلوار کے ذریعہ سے مجبور نہیں ہو سکتے، اس کھلی ہوئی ہدایت کو دیکھتے ہوئے بھی کیا وہ لوگ خدا سے نہ شرمائیں گے جو اسلام کی حقانیت پر پردہ ڈالنے کے لئے کہا کرتے ہیں کہ اسلام بزور شمشیر پھیلایا گیا وہ اس کا کوئی جواب دے سکتے ہیں کہ ان تلوار چلانے والوں پر کس نے تلوار چلائی تھی جو نہ صرف مسلمان ہوئے بلکہ اسلام کی حمایت میں تلوار اٹھانے اور اپنی جانوں کو خطرے میں ڈالنے پر راضی ہو گئے، کیا وہ بتلا سکتے ہیں کہ ابوبکر صدیق رض، فاروق اعظم رض، عثمان غنی رض، علی مرتضےٰ رض پر کس نے تلوار چلا کر ان کو مسلمان بنایا تھا، اور ابو ذر رض وانیس رض اور اُن کے قبیلہ کو کس نے مجبور کیا تھا کہ وہ سب کے سب مسلمان ہو گئے ضماد ازدی کو کس نے مجبور کیا تھا اور طفیل بن عمرو دوسی اور ان کے قبیلہ پر کس نے تلوار چلائی تھی اور قبیلہ بنی عبد الاشہل کو کس نے دبایا تھا اور تمام انصار مدنیہ پر کس کا زور تھا، جنھوں نے نہ فقط اسلام قبول کیا بلکہ آپ کو اپنے یہاں بلا کر تمام ذمہ داری اپنے سر لی اور اپنی جان و مال آپ پر قربان کئے۔ بریدہ اسلمی رض کو کس نے مجبور کیا تھا کہ ستر آدمیوں کی جماعت لے کر مدینہ کے راستے میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور برضا و رغبت مسلمان ہو گئے۔ نجاشی بادشاہِ حبشہ پر کونسی تلوار چلی تھی کہ باوجود اپنی سلطنت و شوکت کے قبل از ہجرت مسلمان ہو گئے۔ ابوہند اور تمیم اور نعیم وغیرہ وغیرہ پر کس نے زور دیا تھا۔ کہ ملک شام سے سفر کر کے آپ کی خدمت میں پہنچیں اور آپ کی غلامی اختیار کریں اور اسی قسم کے صدہا واقعات جن سے کتب[1] تاریخ بھری ہوئی ہیں، یہ ناقابل انکار مشاہدات ہیں جن کو دیکھ کر ہر انسان یہ یقین رکھے بغیر نہیں رہ سکتا۔

---

[1] یہ سب واقعات مختصر حمیدیہ سے لئے گئے ہیں۔

Marfat.com

اسلام اپنی اشاعت میں تلوار کا محتاج نہیں

اور نہ فرضیت جہاد کا یہ مقصد ہو سکتا ہے کہ لوگوں کے گلے پر تلوار رکھ کر کہا جائے کہ مسلمان ہو جاؤ یا ان کو کسی جبر و اکراہ سے اسلام میں داخل کیا جائے، جہاد کے ساتھ ہی جزیہ کے احکام اور کفار کو اہل ذمہ بنا کر ان کے جان و مال کی حفاظت بالکل مسلمانوں کی طرح کرنے کے متعلق اسلامی قواعد خود اس کی شہادت ہیں کہ اسلام نے کبھی کفار کو اسلام قبول کرنے پر بعد فرضیت جہاد بھی مجبور نہیں کیا، اس لئے ایک منصف مزاج انسان کا فرض ہے کہ ٹھنڈے دل سے اس پر غور کرے کہ اسلام میں فرضیت جہاد کس غرض اور کن فوائد کے لئے ہوئی اور اسے اس وقت یہ یقین کرنا پڑے گا کہ جس طرح وہ مذہب کامل نہیں سمجھا جا سکتا جس نے لوگوں کا گلا گھونٹ کر بہ جبر و اکراہ ان کو اپنے سلسلے میں داخل کیا ہو۔ اسی طرح

وہ مذہب مکمل نہیں جس میں سیاست نہ ہو
وہ سیاست نہیں جس کے ساتھ تلوار نہ ہو

وہ ڈاکٹر اپنے فن کا ماہر نہیں ہو سکتا۔ جو صرف مرہم لگانا جانتا ہے مگر سڑے ہوئے فاسد شدہ اعضاء کا آپریشن کرنا نہیں جانتا ؎

کوئی عرب کے ساتھ ہو یا ہو عجم کے ساتھ
کچھ بھی نہیں ہے تیغ نہ ہو جب قلم کے ساتھ

سمجھو اور خوب سمجھو کہ جب عالم کے جسم میں شرک کے زہریلے جراثیم پیدا ہو گئے۔ اور وہ ایک مریض جسم کی طرح ہو گیا تو رحمتِ خداوندی نے اس کیلئے ایک مصلح اور مشفق طبیب (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) کو بھیجا جس نے تریپن سال تک متواتر اس کے ہر عضو اور ہر رگ و ریشہ کی اصلاح کی فکر کی جس سے قابلِ اصلاح اعضاء تندرست ہو گئے مگر بعض اعضاء جو بالکل سڑ چکے تھے ان کی اصلاح کی کوئی صورت نہ رہی،

۵؎ یہ ٹیکس جو کفار سے ان کی حفاظت کے بدلہ میں وصول کیا جاتا ہے ۱۲ منہ۔

Marfat.com

بلکہ خطرہ ہو گیا کہ ان کی سمیت تمام بدن میں سرایت کر جائے اس لئے حکیمانہ اصول کے موافق عین رحمت و حکمت کا اقتضاء یہی تھا کہ آپریشن کر کے ان اعضاء کو کاٹ دیا جائے یہی جہاد کی حقیقت ہے اور یہی تمام جارحانہ اور مدافعانہ غزوات کا مقصد ہے۔

یہی وجہ ہے کہ عین میدان کارزار گرم ہونے کے وقت بھی اسلام نے اپنے مقابل جماعت میں سے صرف انہی لوگوں کے قتل کی اجازت دی ہے جن کا مرض متعدی تھا، یعنی جو اسلام کے مٹانے کے منصوبے گانٹھتے اور برسر جنگ آتے تھے اور ان کے متعلقین عورتیں، بچے اور بوڑھے اور مذہبی علماء جو لڑائی میں حصہ نہیں لیتے، اس وقت بھی مسلمانوں کی تلوار سے مامون تھے بلکہ وہ لوگ جو کسی دباؤ سے مجبور ہو کر مقابلے پر آتے ہوں وہ بھی مسلمانوں کے ہاتھ سے محفوظ تھے۔

حضرت عکرمہؓ فرماتے ہیں کہ غزوۂ بدر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا تھا کہ بنی ہاشم میں سے کوئی شخص تمہارے سامنے آئے تو اس کو قتل نہ کرنا کیونکہ وہ اپنی رضا سے جنگ میں شریک نہیں ہوئے بلکہ ان کو جبرًا لایا گیا ہے۔ (از کنز ص ۲۷۲ ج ۵) بلکہ مقابلہ پر آنے والوں اور جنگ کرنے والوں سے بھی تابقدور ان لوگوں کو بچایا جاتا تھا جن کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حسن اخلاق اور حسن معاشرت کی خبریں پہنچتی تھیں ذیل کا واقعہ ہمارے اس دعوے کی پوری شہادت ہے۔

جس وقت آپؐ فتح مکہ کے لئے تشریف لے جا رہے تھے تو راستے میں ایک شخص آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپؐ کے ارادۂ جہاد کو بھی اس نے عام جاہلیت عرب کی لڑائیوں پر قیاس کر کے عرض کیا کہ اگر آپ خوبصورت عورتیں اور سرخ اونٹ چاہتے ہیں تو قبیلۂ بنی مدلج پر چڑھائی کیجئے (کیونکہ ان میں اس کی کثرت ہے) لیکن یہاں صلح اور جنگ کا مقصد ہی کچھ اور تھا، ارشاد ہوا کہ مجھے حق تعالیٰ نے بنی مدلج پر چڑھائی کرنے سے منع فرمایا ہے کہ وہ صلہ رحمی کرتے ہیں۔ (احیاء العلوم)

Marfat.com

اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سات جنگی قیدی پیش کیے گئے، آپؐ نے ان کے قتل کا حکم صادر فرمایا اور حضرت علیؓ کو اس پر مامور فرمایا، اسی وقت جبرئیل علیہ السّلام تشریف لائے اور کہا یا رسول اللہ ان چھ شخصوں کے لیے تو یہی حکم رکھئے لیکن اس ایک شخص کو آزاد کر دیجئے، آپؐ نے وجہ دریافت کی تو فرمایا کہ یہ کریم النفس، خلاق اور سخی آدمی ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ یہ آپ اپنی طرف سے کہتے ہیں یا اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ جبرئیل علیہ السّلام نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے مجھے اس کا حکم فرمایا ہے۔ (کنز العمال صہ ۱۲۵ بحوالہ ابن الجوزی)

اسلامی جہاد تہذیب کے مدعی یورپین اقوام عالم کی عالم سوز جنگ نہ تھی جس میں محض اپنی ہوس رانی کے لئے بلا امتیاز مرد و عورت اور محرم وغیر محرم شہر کے شہر انتہائی بے رحمی کے ساتھ تباہ و برباد کر دیئے جاتے ہیں اکبر مرحوم نے کیا خوب فرمایا ہے ؎

ہو رہا ہے نفاذ حکم فنا ۔۔۔ نہ مکیں اس سے بچتے ہیں نہ مکان

توپیں خود آ کے اب تو میدان میں ۔۔۔ پڑھتی ہیں کل من علیہا فان [۱]

لیکن حقیقت یہ ہے کہ لوگ دوسرے کی آنکھ کا تنکا تک دیکھتے ہیں۔ مگر اپنی آنکھ کا شہتیر [۲] بھی نظر انداز کر دیا جاتا ہے ؎ بقول اکبر

---

[۱] زمین پر جو کچھ ہے فنا ہونے والا ہے۔ ۱۲ منہ [۲] اگر یورپ کی خونی تاریخ کے صرف وہ اوراق سامنے رکھ لئے جائیں جو اندلس کے عروج و تنزل سے متعلق ہیں تو ان کی تہذیب و تمدن کی قلعی کھل جائے کیونکہ خود یورپین مورخین کے بیان و اقرار کے موافق وہاں یہ نظر آتا ہے کہ نویں صدی عیسوی سے سترہویں صدی عیسوی تک توپ و تفنگ قتل و غارت اور طرح طرح کے مصائب ڈال کر مسلمانوں کو عیسائیت کی طرف مجبور کیا گیا۔ سینکڑوں بندگانِ خدا کو جلا کر خاک کر دیا گیا سینکڑوں کو قید کر کے ان کے سامنے ان کے بچوں کو ذبح کیا گیا لاکھوں مسلمان اپنے دین کی حفاظت کے لئے ہجرت کرنے پر مجبور ہوئے۔ غرناطہ کے میدان میں مسلمانوں کی اسی ہزار قلمی نادر و نایاب کتابوں کا بے نظیر ذخیرہ نذر آتش کر دیا گیا۔ سولھویں صدی میں ملک فلیپ (بقیہ آئندہ صفحہ)

اپنے عیبوں کی نہ کچھ پرواہ ہے   غلط الزام پس اوروں پہ لگا رکھا ہے
یہی فرماتے رہے تیغ سے پھیلا اسلام   یہ نہ ارشاد ہوا توپ سے کیا پھیلا ہے

الغرض مدافعانہ اور جارحانہ جہاد کا مقصد صرف مکارم اخلاق کی اشاعت اور اسلام کا تحفظ و تبلیغ اسلام کے راستے میں جو رکاوٹیں ڈالی جاتی تھیں اُن کا ہٹانا تھا۔

ان تمام واقعات پر نظر ڈالنے کے بعد جس طرح عام یورپین مؤرخین اور مار گولیوس وغیرہ کا یہ خیال بالکل غلط اور افترا رہ جاتا ہے کہ اسلامی جہاد کا مقصد لوگوں کو بجبر مسلمان کرنا اور لوٹ مار کر کے اپنا معاش مہیا کرنا تھا اسی طرح اسلامی روایات اور تعامل صحابہ کو جمع کرنے کے بعد اس میں بھی شک نہیں رہتا کہ اسلام میں جس طرح بغرض تحفظ مدافعانہ جہاد کو فرض کیا گیا ہے اسی طرح حفظ ماتقدم اور موانع تبلیغ کو راستے سے ہٹانے کے لئے جارحانہ[۱] جہاد بھی قیامت تک کے لئے ضروری کیا گیا ہے اور جس طرح مدافعانہ جہاد کی غرض لوگوں کو بجبر مسلمان بنانا نہیں ہے اسی طرح جارحانہ جہاد کا مقصد بھی کسی طرح یہ نہیں ہو سکتا خصوصاً جب کہ اسلام کا وسیع دامن عین وقتِ جہاد میں بھی کفار کو اپنی پناہ میں لینے اور کفر پر قائم رہتے ہوئے ان کی جان و مال، عزت و آبرو کی اسی طرح حفاظت کرنے کے لئے پھیلا ہوا ہے جس طرح ایک مسلمان کی حفاظت کی جاتی ہے جس میں مدافعانہ انداز اور جارحانہ جہاد دونوں برابر ہیں،

بقیہ حاشیہ:- نے اپنی قلمرو میں عربی زبان کا ایک جملہ بولنے کو جرم قرار دیا مسلمانوں کے آثار کو ایک ایک کر کے مٹایا گیا، قرطبہ کی یکتائے روزگار بے نظیر جامع مسجد میں متعدد گرجا گھر بنائے گئے۔ قصر حمراء و زہرا جو عالم میں بے نظیر اور بارہ ہزار برجوں پر مشتمل اور اشہد ان لا الٰہ الا اللہ کی آوازوں سے گونجنے والے تھے ان میں صلیبیں قائم کی گئیں گرجے بنائے گئے جو اب تک قائم ہیں (یہ سب بیان علامہ محمد کرد علی کا ہے جو ان کے رسالہ غابر الاندلس وحاضرہا میں مذکور ہے۔ جس میں انھوں نے اندلس کی عہد ماضی و حال کا موازنہ کیا ہے۔ ۱۲ منہ محمد شفیع عفا عنہ (اضافہ در طبع پنجم)

[۱] اس حدیث کا یہی مطلب ہے۔

Marfat.com

نیز دنیا میں حقیقی امن وامان قائم کرنا ضعیفوں کو ظلم سے چھڑانا وغیرہ، جو جہاد کے مقاصد ہیں۔ ان میں بھی دونوں قسمیں یکساں ہیں اس لئے کوئی وجہ نہیں ہے کہ اسلامی روایات کو مسخ کر کے جارحانہ جہاد کا انکار کیا جائے جیسا کہ ہمارے بعض آزاد خیال مؤرخین نے کہا ہے۔

اس مختصر گذارش کے بعد ہم اپنے اصل مقاصد کو شروع کرتے ہیں۔ ہجرت کے بعد جہاد وغزوات کا جو سلسلہ شروع ہوا جن میں سے بعض میں خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس تشریف لے گئے اور بعض میں خاص صحابہ کی سرکردگی میں لشکر روانہ ہوئے، مؤرخین کی اصطلاح میں پہلی قسم کے جہاد کو غزوہ اور دوسری قسم کو سریہ کہتے ہیں۔ غزوات کی مجموعی تعداد تئیس ہے جن میں سے نو میں جنگ کی نوبت آئی، باقی میں نہیں، اور سرایا تینتالیس ہیں اور یہ عجیب ہے کہ ان تمام غزوات اور سرایا میں باوجود مسلمانوں کی بے سروسامانی اور قلت تعداد کے ہمیشہ فتح ونصرت ان ہی کا حصہ ہوتا تھا، البتہ صرف غزوۂ احد میں اوّل فتح پانے کے بعد مسلمانوں کو شکست ہوئی اور وہ بھی اس لئے کہ لشکر کے ایک ٹکڑے نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے امر کے خلاف کیا تھا۔

ہم ان تمام غزوات وسرایا کو بغرض توضیح ایک نقشہ کی صورت میں سنہ وار درج کرتے ہیں اور چونکہ غزوات وسرایا کی تاریخ اور تعداد میں اختلاف ہے۔ اس لئے ہم نے اس تمام بیان میں حافظ حدیث علامہ مغلطائی کی سیرت پر اعتماد کیا ہے۔ نقشہ یہ ہے:-

غزوات وسرایا

سلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو سریئے روانہ فرمائے اوّل سریہ حمزہؓ اور دوسرا سریہ عبیدہؓ۔

۲ھ میں پانچ غزوات ہوئے، غزوۂ ابواجس[1] کو غزوۂ ودان بھی کہتے ہیں غزوۂ[2] غزوۂ بدرکبریٰ، غزوہ[3] غزوہ بنی قینقاع، غزوہ سویق اور تین سرئیے اور روانہ ہوئے۔ سریۂ[1] عبداللہ بن جحش رضؓ، سریۂ[2] عمیر رضؓ، سریۂ[3] سالم رضؓ اس سال کے غزوات میں سب سے زیادہ اہم غزوہ بدر ہے۔

۳ھ میں تین غزوات ہوئے۔ غزوۂ[1] غطفان، غزوۂ[2] احد، غزوۂ[3] حمراالاسد اور دو سریے روانہ ہوئے، سریۂ[1] محمد بن مسلم، سریۂ[2] زید بن حارث رضی اللہ تعالےٰ عنہ، اس سال کے غزوات میں غزوۂ احد زیادہ اہم ہے۔

۴ھ میں دو غزوات پیش آئے، غزوۂ[1] بنی النضیر، غزوۂ[2] بدر صغریٰ اور چار سریئے بھیجے گئے۔ سریۂ[1] ابو سلمہ رضؓ، سریۂ[2] عبداللہ بن انیس، سریۂ[3] منذر، سریۂ[4] مرثد۔

۵ھ میں چار غزوات ہوئے جن میں خود حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم بنفسِ نفیس شریک ہوئے۔ غزوۂ[1] ذات الرقاع، غزوۂ[2] دومتہ الجندل، غزوۂ[3] مریسیع جس کو غزوہ بنی المصطلق بھی کہا جاتا ہے۔ غزوۂ[4] خندق زیادہ اہم اور مشہور ہے۔

۶ھ میں تین غزوات پیش آئے، غزوۂ[1] بنی لحیان، غزوۂ[2] غابہ جس کو ذی قرہ بھی کہا جاتا ہے غزوۂ[3] حدیبیہ اور گیارہ سرایہ روانہ کئے گئے۔ سریۂ[1] محمد بن مسلمہ بجانب قرطاء، سریۂ[2] عکاشہ، سریۂ[3] محمد بن مسلمہ بجانب ذی القصد، سریۂ[4] زید بن حارثہ بجانب بنی سلیم و سریۂ[5] عبدالرحمٰن بن عوف، سریۂ[6] علی رضؓ، سریۂ زید بن حارثہ بجانب ام قرفہ،

Marfat.com

سریہ عبداللہ بن عتیک، سریہ عبداللہ بن رواحہ، سریہ کرز بن جابر، سریہ عمرو الضمری۔ اس سال کے غزوات میں واقعہ حدیبیہ زیادہ اہم ہے۔

سنہ ۷ھ اس سال میں صرف ایک غزوہ خیبر واقع ہوا، جو اہم غزوات میں سے ہے اور پانچ سرایہ روانہ ہوئے۔ سریہ ابوبکر، سریہ لبشر بن سعد، سریہ غالب بن عبداللہ، سریہ لبشیر، سریہ اجزم۔

سنہ ۸ھ اس سال میں چار اہم غزوات پیش آئے، غزوۂ موتہ، فتح مکہ معظمہ، غزوۂ حنین، غزوۂ طائف اور دس سرایہ بھیجے گئے، سریہ غالب بجانب بنی الملوح، سریہ غالب بجانب فدک، سریہ شجاع، سریہ کعب، سریہ عمرو بن عاص، سریہ ابوعبیدہ بن الجراح، سریہ ابوقتادہ، سریہ خالد، جس کو غمیصا بھی کہا جاتا ہے۔ سریہ طفیل بن عمرو دوسیؓ، سریہ قطبہ۔

سنہ ۹ھ اس سال صرف ایک غزوہ تبوک واقع ہوا۔ جو اہم غزوات میں سے ہے اور تین سریے روانہ کئے، سریہ علقمہ، سریہ علی، سریہ عکاشہ۔

سنہ ۱۰ھ اس سال صرف دو سریے روانہ کئے گئے، سریہ خالد بن ولیدؓ بجانب نجران اور سریہ علی بجانب یمن اور اسی سال حجۃ الوداع ہوا۔ اس سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ایک سریہ کی روانگی کا لبسر کردگی حضرت اسامہؓ حکم فرمایا تھا جو آپ کی وفات کے بعد روانہ ہو سکا۔

یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ محدثین اور مورخین اسلام کی اصطلاح میں غزوہ اور سریہ کا اطلاق کچھ ایسا عام ہے کہ ذرا ذرا سے معمولی واقعات کو بھی غزوہ اور سریہ کے نام سے موسوم کر دیا گیا ہے۔ اگر ایک یا دو آدمی کسی مجرم کی

Marfat.com

گرفتاری کے لئے گئے تو مؤرخین اس کو بھی سریہ کہتے ہیں، چند آدمی کسی معمولی قبیلے کی اصلاح یا ان کے حالات کی خبر لینے کو گئے اُن کو سریہ کہا جاتا ہے۔

اسی طرح غزوہ کے مفہوم میں مؤرخین کی اصطلاح میں نہایت توسع ہے اور یہی وجہ ہے کہ غزوات یا سرایہ کی مجموعی تعداد مذکور الصدر بیان کے مطابق چھیاسٹھ تک پہنچتی ہے[1] ورنہ ہمارے عرف میں جہاد اور غزوہ جس اہم جنگ کو سمجھا جاتا ہے وہ ان تمام واقعات میں صرف چند ہیں جن کو کسی قدر تفصیل کے ساتھ ہدیۂ ناظرین کیا جاتا ہے۔

اہم غزوات وسرایا اور واقعات متفرقہ

پہلا سریہ امارت حمزہ رضؓ ہجرت کے سات مہینہ کے بعد ماہ رمضان المبارک میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے حضرت حمزہ رضؓ کو تیس[30] مہاجرین پر امیر لشکر بنا کر ایک سفید جھنڈا عطا فرمایا اور قریش کے ایک قافلہ کی طرف روانہ کیا۔ لیکن جب یہ حضرات دریا کے کنارے پر پہنچے اور باہمی مقابلہ ہُوا تو مجدی بن عمرو جہنی نے درمیان میں پڑ کر جنگ کو روک دیا۔

سریہ عبید بن الحارث اور اسلام میں تیر اندازی کا آغاز پھر شوال سلہ میں حضرت عبیدہ بن الحارث کو ساٹھ آدمیوں کا امیر لشکر بنا کر بطن رابغ کی طرف ابو سفیان کے مقابلہ کے لئے روانہ فرمایا، اسی جہاد میں اوّل تیر سعد بن ابی وقاص رضؓ نے کفار پر پھینکا اور یہ سب سے پہلا تیر ہے جو اسلام میں کفّار پر چلایا گیا تھا۔

---

[1] غزوات ۲۳، سرایہ ۴۳ = ۶۶ ۱۲ منہ

Marfat.com

سنہ ۲

تحویلِ قبلہ، غزوۂ بدر

سریہ عبداللہ بن جحش

اس سال سے اسلام کی زندگی میں ایک عظیم الشان تغیر یہ ہوتا ہے کہ مسلمانوں کا قبلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش کے مطابق بیت المقدس کے بجائے کعبہ قرار دیا جاتا ہے جو دنیا کا پہلا گھر ہے اور جسے لوگوں کو یک جہتی کے ساتھ خدا کی عبادت پر مجتمع کرنے کے لئے مرکز توجہ بنایا گیا ہے۔

سریہ عبداللہ بن جحش اور اسلام میں پہلی غنیمت

اسی سال میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بارہ مہاجرین پر حضرت عبداللہ بن جحش کو امیر بنا کر ماہ رجب میں مقام نخلہ میں ایک قریشی قافلہ کے لئے روانہ فرمایا جس روز قافلہ سامنے آیا تو اتفاقاً ماہِ رجب کی پہلی تاریخ تھی اور رجب ان مہینوں میں سے ہے جن میں ابتداءِ اسلام میں قتل وقتال حرام تھا لیکن حضرات صحابہ اس تاریخ کو جمادی الثانیہ کی تیسویں تاریخ سمجھ رہے تھے جیسا کہ لباب النقول اور بیضاوی میں ابن جریر اور بیہقی سے نقل کیا ہے اس لئے مشورہ کے بعد یہی قرار پایا کہ مقابلہ کرنا چاہیئے بالآخر مقابلہ ہوا تو رئیس قافلہ مارا گیا اور دو آدمی گرفتار ہوئے باقی بھاگ گئے اور مسلمانوں کو بہت سامال غنیمت ہاتھ آیا، جو امیر سریہ نے شرکاء جہاد میں تقسیم کر دیا اور پانچواں حصہ بیت المال کے لئے نکال رکھا اور بعض روایات میں ہے کہ کل مال غنیمت لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپؐ نے فرمایا کہ میں نے تمہیں شہر حرام یعنی رجب میں مقاتلہ کا حکم

دیا تھا۔ بالآخر یہ مالِ غنیمت آپؐ نے غزوۂ بدر سے فارغ ہونے کے بعد اس کے مالِ غنیمت کے ساتھ تقسیم کیا۔

اس واقعہ سے عرب میں یہ چرچا ہوا کہ آپؐ نے اشہر حرام میں قتال کو جائز کر دیا اس وقت آیت کریمہ یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ ان کے جواب کے لئے نازل ہوئی۔

غزوۂ بدر مدینہ منورہ سے تقریباً اسی میل کے فاصلہ پر ایک کنوئیں کا نام بدر ہے اور اسی کے نام سے ایک گاؤں کی آبادی بھی ہے یہ عظیم الشان جہاد اسی سرزمین پر واقع ہے جس کا واقعہ بالاختصار یہ ہے۔

قریش کا مایۂ ناز اور ان کی تمام تر قوت و شوکت کا سبب چونکہ ملک شام کی تجارت تھی اس لئے سیاسی اصول کے مطابق ضرورت تھی کہ ان کی شوکت توڑنے کے لئے اس سلسلہ کو بند کیا جائے۔ ایک مرتبہ قریش کا ایک بہت بڑا تجارتی قافلہ ملک شام سے آ رہا تھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اُس کی اطلاع ہوئی تو ۱۲ رمضان المبارک ۲ھ کو تین سو چودہ صحابہ مہاجرین و انصار کو ساتھ لے کر مقابلے کے لئے خود بنفسِ نفیس تشریف لے گئے روحا میں پہنچ کر ڈیرہ ڈال دیا (روحا مدینہ کی جنوبی جانب میں چالیس میل کے فاصلہ پر ایک مقام ہے) اُدھر قریشی قافلے کے سردار کو اس کی اطلاع ہو گئی، اس لئے وہ راستہ چھوڑ کر دریا کے کنارے کنارے قافلہ کو لے کر چلا اور ساتھ ہی ایک سوار کو مکہ کی طرف دوڑایا کہ قریش اپنی پوری طاقت کے ساتھ جلد موقع پر پہنچیں اور اپنے تجارتی قافلے کی حفاظت کریں، قریش پہلے ہی مسلمانوں کے استیصال کے منصوبے گانٹھ رہے تھے؛ اس خبر کا مکہ میں پہنچنا تھا کہ فوراً نو سو پچاس نوجوانوں کا ایک بڑا لشکر جن میں سو گھوڑے کے سوار اور سات سو اونٹ تھے آپؐ کے مقابلے کے لئے روانہ ہو گیا، اس لشکر میں قریش کے بڑے بڑے سردار اور متمول لوگ سب کے سب شریک تھے۔

صحابہ کی جاں نثاری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس کی اطلاع پہنچی تو آپؐ

نے صحابہؓ سے مشورہ کیا اور صدیق اکبر رضؓ اور دوسرے صحابہ نے اپنی جان و مال کو پیش کر دیا، عمر ابن وقاص رضؓ اسوقت کم عمر تھے اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو شرکت جہاد سے روک دیا تو وہ رونے لگے اس پر آپؐ نے اجازت عطا فرمائی اور وہ بھی شریک جہاد ہوئے۔

انصار میں سے قبیلہ خزرج کے سردار سعد بن عبادہ نے اُٹھ کر کہا کہ خدا کی قسم آپ فرمائیں تو ہم سمندر میں کود پڑیں (صحیح مسلم) اور بخاری کی روایت میں ہے کہ مقدادؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم آپؐ کے دائیں بائیں اور آگے پیچھے سے لڑیں گے۔

یہ سن کر آپ بہت مسرور ہوئے، آگے بڑھنے کا حکم فرمایا، بدر کے قریب پہنچے تو معلوم ہوا کہ ابو سفیان تو اپنے قافلہ تجارت کو لے کر نکل گیا ہے اور قریش کا بڑا لشکر اسی میدان کے دوسرے کنارے پڑا ہے اور قافلہ نکل جانے کے بعد بھی ابو جہل نے لوگوں کو یہی مشورہ دیا کہ جنگ کو ملتوی نہ کیا جائے۔

مسلمانوں کا لشکر یہ سن کر آگے بڑھا۔ لیکن قریش پہلے پہنچ کر ایسی جگہ پر قابض ہو چکے تھے جو جنگی محاذ کے لئے بہتر تھی۔ پانی کے مواقع بھی سب اسی طرف تھے۔ مسلمان پہنچے تو ایسی ریتلی جگہ اُن کے حصہ میں آئی کہ اس میں چلنا دشوار ہونے کے علاوہ پانی کا نام نہیں۔

غیبی امداد لیکن خداوند عالم فتح و نصرت کا وعدہ فرما چکا تھا، ایسے ہی اسباب مہیا فرما دیئے کہ اسی وقت بارش ہوئی جس سے زمین کا ریت جم گیا، تمام لشکر نے سیراب ہو کر پانی پیا اور پلایا اور اپنے برتن سب بھر لئے اور زمین میں پانی مانند حوض بنا کر روک دیا گیا۔ اُدھر اُسی بارش نے کفار کی زمین پر اس قدر کیچڑ پیدا کر دیا کہ چلنا مشکل ہو گیا۔ جب دونوں لشکر آمنے سامنے آگئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صفوف قتال کو درست کرنے کے لئے خود کھڑے ہوئے چنانچہ یہ لشکر ایک مستحکم دیوار کی صورت بن کر کھڑا ہوا۔

Marfat.com

مسلمانوں کا ایفائے وعدہ

اس وقت جب کہ تین سو بے سرد سامان آدمیوں کا مقابلہ ایک ہزار باشوکت کا فردل سے ہے ظاہر ہے کہ ایک شخص بھی اس وقت ان کی امداد کو پہنچ جائے تو وہ کس قدر غنیمت معلوم ہوگا لیکن اسلام میں پابندئ عہدان سب باتوں سے مقدم ہے عین میدانِ کارزار میں حضرت حذیفہؓ اور ابوحسل دو صحابی شرکتِ جہاد کے لئے پہنچتے ہیں مگر آکر اپنے راستے کا حوالہ بیان کرتے ہیں کہ راستے میں کفار نے روکا کہ تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امداد کو جا رہے ہو ہم نے انکار کیا، اور عدم شرکت کا وعدہ کر لیا۔ جب آپ کو اس وعدہ کا علم ہوا تو دونوں کو شرکتِ جہاد سے روک دیا اور فرمایا کہ ہم ہر حال میں وعدہ وفا کریں گے ہمیں اللہ کی امداد کافی ہے اور بس (صحیح مسلم)

الغرض صفیں درست ہوگئیں تو پہلے قریش کے تین بہادر نکلے مسلمانوں میں سے حضرت علیؓ اور حمزہؓ بن عبدالمطلب اور عبیدہ بن الحارث نے اُن کا مقابلہ کیا تینوں کافر قتل ہوگئے مسلمانوں میں صرف عبیدہ زخمی ہوئے، حضرت علیؓ نے ان کو کندھے پر اٹھا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا دیا، آپ نے اپنے پائے مبارک سے تکیہ لگا کر اُن کو لٹایا اور اُن کے چہرے کا غبار خود دستِ مبارک سے صاف فرمایا ؎

رونے کا کچھ آج ہی مزا ہے — دامن سے وہ پونچھتا ہے آنسو

عبیدہؓ نے دم توڑتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا میں شہادت سے محروم رہا، آپ نے فرمایا کہ نہیں تم شہید ہو، اور میں اس پر گواہ ہوں، اب تو عبیدہؓ مسرت سے کہنے لگے کہ آج ابوطالب زندہ ہوتے، تو انھیں تسلیم کرنا پڑتا کہ ان کے اشعار کا پورا مستحق میں ہوں [1]

---

[1] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابوطالب جو ہمیشہ آپ کی حمایت میں سرگرم تھے انھوں نے اپنے جذبہ حمایت کو ان اشعار میں ادا فرمایا تھا ؎

کذبتم وبیت اللہ نبزی محمدا — ولما نطاعن دونہ وننا ضل

بقیہ صہ پر

Marfat.com

جب عبیدہ کی وفات ہوگئی تو خود سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اُن کی قبر میں اُترے اور اپنے دستِ مبارک سے دفن کیا یہ امتیازی فضیلت تمام صحابہ میں صرف عبیدہؓ کا حصّہ تھا۔ (کنز) ؎

بچہ ناز رفتہ باشد زجہاں نیاز مندے
کہ بوقتِ جاں سپردن بسرش رسیدہ باشی

صحابہ کا حیرت انگیز ایثار و جانبازی

اس وقت جب دونوں لشکر ملے تو دیکھا گیا کہ بہت سے اپنے ہی لختِ جگر تلواروں کی زد میں ہیں مگر اس حزب اللہ کا عقیدہ تھا ؎

ہزار خویش کہ بیگانہ از خدا باشد
فدائے یکتن بیگانہ کاشنا باشد

چنانچہ جب صدیق اکبرؓ کے بیٹے (جو اب تک کافر تھے میدان میں آئے تو حضرت صدیق کی تلوار ان کی طرف بڑھی۔ عتبہ سامنے آیا تو اس کے فرزند حضرت حذیفہ تلوار کھینچ کر باہر نکلے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ماموں میدان میں بڑھا تو فاروقی تلوار نے خود اس کا فیصلہ کیا (سیرت ابن ہشام و استیعاب ابن عبد البر)

اس کے بعد گھمسان کی لڑائی شروع ہوگئی۔ ادھر میدان کا رزار گرم تھا اور ادھر سید الرسل صلی اللہ علیہ وسلم سجدے میں پڑے ہوئے فتح و نصرت کی دعا مانگ رہے تھے۔ بالآخر غیبی شہادت نے آپؐ کو مطمئن فرمایا:

(بقیہ ص ۸۷)

ونسلمہ حتی نصرع حولہ ۔ ونذھل عن ابنائنا والحلائل

یعنی بیت اللہ کی قسم تمہارا یہ خیال غلط ہے کہ ہم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو بغیر سخت نیزہ بازی اور تیر اندازی کے سپردِ خاک کر دیں گے یا آپؐ کو دشمنوں کے سپرد کر دیں گے، یہاں تک کہ ہماری ہی لاشیں آپ کے گرد پڑی ہوں اور ہم اپنے بیٹوں اور بیبیوں کو بھول جائیں (از کنز ص ۲۷۲ ج ۵) ؎ یعنی ترجمہ رشتہ دار جو خداوند تعالیٰ سے بیگانہ ہوں اس ایک شخص پر فدا ہے جو آشنائے حق ہو۔

ابوجہل کی ہلاکت

چونکہ ابوجہل کی شرارت اور اسلام کی دشمنی سب میں مشہور ہے اس لئے انصار میں سے حضرت معوذؓ اور معاذؓ دونوں بھائیوں نے عہد کیا تھا کہ وہ جب ابوجہل کو دیکھیں گے تو یا اسے مار دیں گے یا خود مر جائیں گے اس عہد پر یہ دونوں بھائی اپنا عہد پورا کرنے کے لئے نکلے مگر ابوجہل کو پہچانتے نہ تھے اس لئے عبدالرحمٰن بن عوف سے پوچھا کہ ابوجہل کونسا ہے انھوں نے اشارہ سے بتلایا، بتلانا تھا کہ دونوں باز کی طرح اس پر ٹوٹ پڑے، ابوجہل اسی وقت خاک و خون میں تھا۔

ابوجہل کے بیٹے عکرمہ نے (جو بعد میں مسلمان ہوئے، پیچھے سے آکر معاذ کے شانہ پر تلوار ماری جس سے شانہ کٹ گیا مگر ایک تسمہ باقی رہا۔ معاذ نے عکرمہ کا تعاقب کیا مگر وہ بھاگ گیا، پھر معاذ اسی حالت میں مصروفِ جہاد ہو گئے لیکن ہاتھ کے لٹکنے سے تکلیف ہوتی تھی اس لئے ہاتھ کو نیچے دبا کر کھینچا کہ وہ تسمہ بھی الگ ہو گیا اور پھر مصروفِ جہاد ہو گئے (سیرت حلبیہ ص ۴۵۵ ج ۱)

ایک عظیم الشان معجزہ، ایک مٹھی کنکروں سے سارے لشکر کو شکست اور ملائکہ کی امداد

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بحکم خداوندی ایک مٹھی بھر کنکریاں دشمن کے لشکر کی طرف پھینکیں اور پھر صحابہ رضہ سے فرمایا کہ دفعۃً ان پر ٹوٹ پڑو۔

ادھر ظاہر اسباب میں صحابہ کی تھوڑی سی جماعت اُن کی طرف بڑھی اور اُدھر خداوندِ عالم نے ملائکہ کی فوج مسلمانوں کی امداد کے لئے بھیجدی اور اپنا وعدۂ نصرت پورا فرما دیا۔

قریش کے بڑے بڑے سردار مارے گئے اور باقی کے پاؤں اکھڑ گئے بھاگنا شروع کیا مسلمانوں نے تعاقب کیا۔ ان میں بعض کو قتل اور بعض کو قید کر لیا جس میں ستر آدمی مقتول اور ستر گرفتار ہوئے، قریش کے بڑے بڑے سردار عتبہ، شیبہ، ابوجہل، امیہ بن خلف سب ایک ایک کر کے مارے گئے اور ادھر مسلمانوں میں سے صرف چودہ آدمی شہید ہوئے چھ

Marfat.com

مہاجرین میں سے آٹھ انصار میں سے۔

تنبیہ: یہ غزوہ دراصل اوّل سے آخر تک اسلام کا کھلا معجزہ تھا۔ ورنہ اس میں مسلمانوں کی فتح کوئی معنی نہیں رکھتی، کیونکہ اُدھر ایک ہزار نوجوانوں کا عظیم الشان لشکر ہے اور ادھر صرف تین سو چودہ آدمی، اُدھر بڑے بڑے دولت مند اُمراء ہیں جو تنہا سارے لشکر کی رسد وغیرہ کا خرچ خود اُٹھا سکتے ہیں اور اِدھر بے سروسامان مفلس لوگ، اُدھر سواروں کی جمعیت اور ادھر مسلمانوں کے لشکر میں صرف دو گھوڑے، ادھر ہر قسم کے ہتھیار و اسلحہ کی بھرمار اور ادھر صرف معدود تلواریں۔

یورپین مورخین حیرت میں ہیں کہ یہ کیسے ہوگیا۔ انھیں خبر نہیں کہ فتح و نصرت، کامیابی یا ناکامی، گھوڑوں اور تلواروں یا مال و دولت کے قبضے میں نہیں ہیں بلکہ اس میں کوئی ہاتھ کارفرما ہے لیکن اسباب ظاہری کے دلدادہ، برق و بھاپ کے پوجنے والے کہاں اس حقیقت تک پہنچ سکتے ہیں۔ اکبر نے خوب کہا ہے ؎

چھوڑ کر بیٹھا ہے یورپ آسمانی باپ کو ۔۔۔ بس خدا سمجھا ہے اُس نے برق کو اور بھاپ کو

اسیرانِ جنگِ بدر کیساتھ مسلمانوں کا سلوک تہذیب کے مدعی یورپیئوں کے لئے سبق

اسیرانِ جنگ بدر جب مدینہ طیبہ پہنچے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو دو چار چار کر کے صحابہ میں تقسیم کر دیئے اور سب کو حکم فرمایا کہ ان کو آرام کے ساتھ رکھیں جس کا اثر یہ تھا کہ صحابہؓ ان کو کھانا کھلاتے تھے اور خود صرف کھجوروں پر بسر کرتے تھے۔

حضرت مصعبؓ بن عمیر کے بھائی ابوعزیز بھی ان قیدیوں میں تھے۔ اُن کا بیان ہے کہ مجھے جن انصار کے سپرد کیا گیا تھا جب وہ کھانا لاتے تو روٹی میرے سامنے رکھ دیتے تھے اور خود صرف کھجوروں پر بسر کرتے تھے۔

اسیرانِ جنگ کے معاملہ میں بعد مشورہ صحابہ یہ طے ہوا کہ فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے

چنانچہ چار چار ہزار فدیہ لے کر چھوڑ دیا گیا۔

اسلامی مساوات ان قیدیوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس بھی تھے (جو بعد میں مسلمان ہوئے) حضرت عباس رات کو قید کی تکلیف سے کراہتے تھے، اُن کی آواز آپؐ کے گوشِ مبارک میں پہنچی تو نیند اُڑ گئی، لوگوں نے عرض کیا، یا رسول اللہ آپؐ کو نیند کیوں نہیں آتی، ارشاد ہوا کہ میں کیسے سو سکتا ہوں جب کہ میرے عم بزرگوار کے کراہنے کی آواز میرے کانوں میں پڑ رہی ہے (کنز ص ۲۰۲ ج ۵) یہ سب کچھ تھا مگر مساوات اسلامی اس کی اجازت نہ دیتی تھی کہ اپنے ضعیف العمر عم بزرگوار کو قید سے رہا کر دیا جائے جس طرح سب سے فدیہ لیا گیا، اُن سے بھی اسی طرح وصول کیا گیا بلکہ عام قیدیوں کی نسبت سے کچھ زیادہ، کیونکہ عام اسیروں سے چار ہزار اور اُمراء سے کچھ زیادہ لیا گیا، حضرت عباس بھی غنی تھے اُن کو بھی چار ہزار سے زیادہ دینا پڑا۔

انصار نے بھی عرض کیا کہ عباس سے فدیہ معاف کر دیا جائے مگر اسلامی مساوات میں عزیز و اقارب اور دوست دشمن سب برابر تھے، انصار کے کہنے پر بھی یہ قبول نہیں کیا گیا! اسی طرح آپ کے داماد حضرت ابوالعاصؓ بھی اسیرانِ جنگ میں آئے، اُن کے پاس فدیہ کے لئے مال نہ تھا۔ اس لئے اُن کی زوجہ یعنی آنحضرت کی صاحبزادی حضرت زینبؓ کو جو مکہ میں مقیم تھیں کہلا بھیجا کہ فدیہ کی رقم بھیجدیں۔ اُن کے گلے میں ایک ہار تھا جو اُن کی والدہ حضرت خدیجہؓ نے اُن کے جہیز میں دیا تھا، وہی گلے سے اُتار کر بھیج دیا، جب آپؐ نے یہ ہار دیکھا تو بے اختیار آپؐ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور صحابہؓ سے فرمایا کہ اگر تم سب راضی ہو تو زینبؓ کے پاس یہ اس کی والدہ کی یادگار رہے۔ اس کو واپس کر دو صحابہؓ نے بخوشی قبول کر کے واپس کر دیا اور ابوالعاص سے کہہ دیا کہ حضرت زینبؓ کو مدینہ بھیج دیں (مشکوٰۃ بحوالہ ابوداؤد احمد ص ۳۴۶)

ابوالعاص کا اسلام ابوالعاص آزاد ہو کر مکہ پہنچے اور شرط کے موافق حضرت زینبؓ کو مدینہ بھیجا، ابوالعاص ایک بڑے تاجر تھے اتفاقاً دوسری

Marfat.com

مرتبہ پھر ملک شام سے مال لاتے ہوئے پکڑے گئے اور پھر اس مرتبہ رہا ہو کر مکہ واپس آئے تو تمام شرکا کا حساب بیباق کر کے مشرف بہ اسلام ہوئے اور لوگوں سے کہہ دیا کہ میں اس لئے یہاں آ کر مسلمان ہوتا ہوں کہ لوگ یوں نہ کہیں کہ ہمارا مال لے کر تقاضہ کے ڈر سے مسلمان ہو گیا یا بجبر و اکراہ مسلمان کر لیا گیا (تاریخ طبری)

بدر کے قیدیوں کے پاس کپڑے نہ تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کے کپڑے دلوا دیئے مگر حضرت عباس کا قد اس قدر لمبا تھا کہ کسی کا کرتہ اُن کے بدن پر راست نہ آیا تو عبد اللہ بن اُبی (رئیس المنافقین) نے اپنا کرتہ دے دیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اپنا کرتہ عبد اللہ بن ابی کے کفن میں عنایت فرمایا تھا اس میں اس احسان کا معاوضہ بھی ملحوظ تھا (صحیح بخاری)

اسلامی سیاست اور ترقی تعلیم اسیرانِ جنگ میں جو لوگ فدیہ نہیں دے سکتے تھے ان میں سے جو لوگ لکھنا پڑھنا جانتے تھے اُن سے کہا گیا کہ تم دس بچوں کو لکھنا سکھا دو، یہی تمہارا فدیہ ہے، حضرت زید بن ثابت نے اسی طرح لکھنا سیکھا تھا۔

اس سال کے واقعاتِ متفرقہ اسی سال آزاد کے روزنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ بدر سے واپس تشریف لائے تو لوگ آپ کی صاحبزادی حضرت رقیہ رض کو دفن کر کے ہاتھ جھاڑ رہے تھے۔ (سیرت مغلطائی ص ۴۵)

اسی سال بعد واپسی غزوہ بدر پہلی مرتبہ عید الفطر پڑھی گئی۔ رمضان کے روزے اور صدقۃ الفطر بھی اسی سال واجب ہوئے۔ عید الفطر پڑھی گئی نیز عید الاضحیٰ کی نماز اور قربانی بھی اسی سال واجب ہوئیں (سیرت مغلطائی)

اس سال ماہ ذی الحجہ میں حضرت فاطمہ رض کی شادی ہوئی

Marfat.com

۳ھ

غزوۂ اُحُد و غطفانؔ وغیرہ

غزوہ غطفان اور آپؐ کے خلق عظیم کا معجزہ

۳ھ میں ساڑھے چار سو آدمی لے کر دعشور بن الحارث محاربی مدینہ طیبہ پر حملہ کرنے کے لئے چلا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مقابلہ کے لئے تشریف لائے تو سب نے بھاگ کر پہاڑوں میں پناہ لی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مطمئن ہو کر میدان سے واپس آئے اس وقت اتفاقاً بارش سے آپؐ کے کپڑے تر ہو گئے۔ آپؐ نے اُن کو سکھانے کے لئے نکال کر درخت پر پھیلا دیئے اور خود اُن کے سایہ میں لیٹ گئے۔

اُدھر پہاڑ کے اوپر دعشور دیکھ رہا تھا، جب اُس نے دیکھا کہ آپ مطمئن ہو کر لیٹ گئے تو سیدھا آپؐ کے سرہانے پہنچا اور تلوار کھینچ کر سامنے آیا اور کہا تبلاؤ، اب تمہیں میرے ہاتھ سے کون بچائے گا۔ مگر مقابلے میں خدا کا رسول تھا بغیر کسی ہراس کے جواب دیا کہ ہاں اللہ تعالیٰ بچائے گا۔ اس کلمہ کا سُننا تھا کہ دعشور کے بدن میں رعشہ پڑ گیا اور تلوار ہاتھ سے گر گئی اب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تلوار اُٹھا کر فرمایا۔ تم بولو، اب تمہیں کون بچائیگا؟ اس کے پاس اس کے سوا کیا جواب تھا کہ کوئی نہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بیچارگی پر رحم آگیا اور اس کو معاف فرما کر چھوڑ دیا (سیرت مغلطائی ص ۴۹)

دعشور یہاں سے اٹھا اور یہ اثر لے کر اٹھا کہ نہ فقط خود مسلمان ہوا بلکہ اپنی قوم میں جا کر اسلام کا ایک زبردست مبلغ بن گیا[1]

دل میں سما گئی ہیں قیامت کی شوخیاں | دو چار دن رہے تھے کسی کی نگاہ میں

[1] شپرہ چشمی سے اعتراض کرنیوالی یورپینی اقوام دیکھیں کہ اشاعت اسلام کا ذریعہ خلق عظیم تھا نہ تلوار کا زور بیا — ماں کی کمع - ۱۲

حضرت حفصہؓ اور زینبؓ سے نکاح شعبان ۳ھ میں ام المومنین حضرت حفصہؓ اور رمضان ۳ھ میں حضرت زینب بنت خزیمہؓ آپؐ کے نکاح میں آئیں (سیرت مغلطائی)

غزوۂ اُحد

اُحد مدینہ کے قریب ایک پہاڑ ہے جس جگہ جہاد ہوا ہے، اسی جگہ حضرت ہارون علیہ السلام کی قبر بھی ہے یہ باتفاق جمہور شوال ۳ھ میں ہوا ہے اور تاریخ میں مختلف اقوال ہیں ۷، ۸، ۹، ۱۰، ۱۱ (زرقانی شرح مواہب ص ۲۰ جلد ۲)

بدر کے شکست خوردہ مشرکین نے سال بھر کے بعد جب کچھ ہوش سنبھالا تو حرارت انتقام بڑھنے لگی اور اس مرتبہ نہایت اہتمام سے مدینہ پر چڑھائی کا ارادہ کیا اور اس غرض کے لئے تین ہزار نوجوانوں کا لشکر پورے ساز و سامان کے ساتھ مدینہ کی طرف بڑھا جن میں سات سو زرہیں اور دو سو گھوڑے اور تین ہزار اونٹ تھے اور چودہ عورتیں بھی اس غرض کے لئے ساتھ تھیں کہ مردوں کو غیرت دلائیں اور اگر بھاگیں تو لعنت ملامت سے شرمادیں۔

اُدھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباسؓ جو اس وقت اسلام لا چکے تھے مگر ابھی تک مکہ میں ہی مقیم تھے، انھوں نے فوراً تمام حالات لکھ کر ایک تیز رَو قاصد کے ہاتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجد یے، آپؐ کو اطلاع ہوئی تو فوراً دو آدمی تحقیق حالات کے لئے بھیجے، انھوں نے آکر خبر دی کہ قریش کا لشکر مدینہ آپہنچا، چونکہ شہر پر حملہ کا اندیشہ تھا۔ ہر طرف پہرے بٹھا دیئے گئے اور صبح کو آپ صحابہ سے مشورہ کرنے کے بعد ایک ہزار صحابہؓ کی جمعیت کے ساتھ مدینہ سے باہر تشریف لائے، جن میں عبداللہ بن ابی منافق اور اس کے تین سو ہم خیال منافقین بھی شامل تھے، مگر یہ سب کے سب راستے ہی سے واپس ہوگئے اور اب مسلمانوں کا لشکر صرف سات سو ہی رہ گیا۔

Marfat.com

فوج کی ترتیب اور صحابہؓ کے لڑکوں کا شوقِ جہاد

مدینہ سے نکل کر جب فوج کا جائزہ لیا گیا تو کمسن بچے واپس کر دیئے گئے۔ مگر بچوں میں جہاد کے ذوق و شوق کا یہ عالم تھا کہ جب رافع بن خدیج سے کہا گیا کہ تمہاری عمر کم ہے، تم واپس جاؤ تو پنجوں کے بل تن کر کھڑے ہو گئے کہ اُونچے معلوم ہونے لگیں چنانچہ وہ جہاد میں لے لئے گئے۔

سمرہ ابن جندبؓ جو اُن کے ہم عمر تھے، جب انھوں نے دیکھا تو عرض کیا کہ میں تو رافع کو لڑائی میں پچھاڑ سکتا ہوں، اگر وہ جہاد میں لئے جاتے ہیں تو مجھے بدرجۂ اولیٰ لینا چاہیئے۔ اُن کے کہنے کے مطابق دونوں میں مقابلہ کرایا گیا، سمرہ نے رافع کو پچھاڑ دیا اور اُن کو بھی جہاد میں لے لیا گیا (تاریخ طبری ج ۳ ص)

کیا اشاعتِ اسلام کو بزورِ شمشیر کہنے والے ان قربانیوں کو دیکھ کر بھی اپنے افترا سے نہ شرمائیں گے؟

الغرض مقابلہ پر پہنچکر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صف آرائی فرمائی، اُحد پہاڑ پشت کی طرف تھا، اس لئے اس کی طرف سے غنیم کے آنے کا احتمال تھا، آپؐ نے پچاس آدمی پہاڑ پر پہرے کے لئے کھڑے کر دیئے اور ارشاد فرمایا کہ مسلمانوں کو فتح ہو یا نہ ہو مگر تم اپنی جگہ سے نہ ہلنا۔

لڑائی شروع ہوئی اور دیر تک گھمسان کی لڑائی کے بعد جب فوجیں ہٹیں تو مسلمانوں کا پلّہ بھاری تھا، قریش بدحواس ہو کر منتشر ہو گئے مسلمانوں نے مالِ غنیمت جمع کرنا شروع کر دیا، یہ دیکھتے ہی وہ لوگ بھی اپنی جگہ چھوڑ کر یہاں آ گئے جن کو عقب کی جانب پہاڑ پر نگرانی کے لئے مقرر فرما دیا تھا۔ اُن کے امیر عبداللہ بن جبیرؓ نے بہت منع کیا مگر وہ یہ سمجھ کر کہ اب یہاں ٹھہرنے کی ضرورت نہیں رہی۔ یہاں سے ہٹ گئے، نہ رُکے اور یہاں صرف چند صحابہ رہ گئے۔ یہ دیکھ کر خالد بن ولید نے (جو ابھی تک مسلمان نہ ہوئے تھے) اور کفار

کی طرف سے لڑ رہے تھے) عقب کی جانب سے دفعۃً حملہ کیا، عبد اللہ بن جبیرؓ اور ان کے باقی ماندہ چند ساتھیوں نے نہایت جانبازی کے ساتھ اُن کا مقابلہ کیا، بالآخر سب کے سب شہید ہو گئے۔ اب راستہ صاف ہو گیا تو خالد اپنے دستے کے ساتھ مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے اور دونوں فوجیں اس طرح مل گئیں کہ خود مسلمان مسلمانوں کے ہاتھ سے مارے گئے۔

مصعب ابن عمیرؓ شہید ہوئے، یہ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھے، انکی شہادت سے یہ مشہور ہو گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے اور بعض روایات میں ہے کہ کسی شیطان یا مشرک نے زور سے یہ آواز دے دی کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) قتل ہو گئے (زرقانی شرح مواہب ص ۳۲ ج ۲)

اس خبر کا مشہور ہونا تھا کہ مسلمانوں کی فوج میں مایوسی چھا گئی، بڑے بڑے بہادروں کے پاؤں اُکھڑ گئے لیکن بہت سے جاں نثار لوگ اس وقت بھی برابر سرگرم قتال تھے۔ مگر سب کی نگاہیں اُسی کعبۂ مقصود (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کو اشتیاق کے ساتھ ڈھونڈھ رہی تھیں، سب سے پہلے حضرت کعب ابن مالکؓ کی نظر آپؐ پر پڑی تو انھوں نے خوشی سے پکارا کہ مبارک ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہاں بخیر و عافیت تشریف فرما ہیں۔

یہ سنتے ہی صحابہؓ آپؐ کی طرف دوڑ پڑے مگر ساتھ ہی کفار نے بھی سب کی طرف سے ہٹ کر اسی جانب رُخ کیا، کئی مرتبہ آپؐ پر حملہ ہوا مگر آپؐ محفوظ رہے۔

ایک مرتبہ جب کفار نے ہجوم کیا، تو ارشاد فرمایا، کون مجھ پر جان دیتا ہے، حضرت زیاد رضی اللہ عنہ ابن سکن مع چار اصحاب کے آگے بڑھے۔ سب کے سب نہایت دلیرانہ جانبازی کیساتھ شہید ہو گئے، جب زیادؓ زخمی ہو کر گرے تو ارشاد فرمایا کہ ان کا لاشہ قریب لاؤ، لوگ اُٹھا لائے۔ اس وقت تک کچھ جان باقی تھی۔ قدموں پر منہ رکھ دیا اور اسی حالت میں جان دے دی۔ سبحان اللہ۔

Marfat.com

آپؐ کے چہرۂ انور کا زخمی ہونا

قریش کا مشہور بہادر عبداللہ ابن قمیہ صفوں کو چیرتا ہوا آگے بڑھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور پر تلوار ماری جس سے خود کی دو کڑیاں چہرۂ مبارک میں گھس گئیں اور ایک دندانِ مبارک شہید ہو گیا۔ حضرت صدیق اکبرؓ خود کی کڑیوں کو زخم سے نکالنے کے لئے آگے بڑھے تو ابو عبیدہ ابن جراح نے قسم دی کہ خدا کے لئے یہ خدمت مجھے کرنے دو اور خود آگے بڑھ کر ہاتھ کے بجائے اپنے منہ سے ان کڑیوں کو کھینچا تو پہلی مرتبہ ایک کڑی نکلی مگر ساتھ ہی اس کے زور سے ابو عبیدہ کا ایک دانت گر گیا۔ یہ دیکھ کر دوسری کڑی نکالنے کے لئے حضرت صدیقؓ بڑھنے لگے تو ابو عبیدہ نے پھر قسم دیکر اُن کو روکا اور خود ہی دوبارہ اسی طرح منہ سے دوسری کڑی نکالی جس کے ساتھ ابو عبیدہؓ کا دوسرا دانت بھی گر گیا (ابن حبان وطبرانی ودارقطنی وغیرہ از کنز ص ۲۷۴ ج ۵)

آپؐ ایک گڑھے میں گر پڑے جو کفار نے اس لئے بنایا تھا کہ مسلمان اس میں گریں۔

صحابہؓ کی جاں نثاری

یہ دیکھ کر جاں باز صحابہؓ آپؐ پر چھاگئے، تیروں اور تلواروں کی بارش ہو رہی تھی مگر یہ سب صحابہ اپنے اوپر لیتے تھے۔ حضرت ابو دجانہؓ جھک کر آپؐ کی ڈھال بن گئے تھے، جو تیر آتا اُن کی پشت میں لگتا تھا۔ حضرت طلحہؓ نے تیروں اور تلواروں کو اپنے اُوپر روکا جس سے ہاتھ کٹ کر گر گیا (بخاری) اور جنگ کے بعد دیکھا گیا تو ان کے بدن پر ستر سے زیادہ زخم تھے۔

(ابن حبان وغیرہ از کنز ص ۲۷۴ ج ۵)

ابو طلحہؓ ایک ڈھال کے ذریعہ آپ کی حفاظت کر رہے تھے۔ آپؐ جب گردن اُٹھا کر فوج کی طرف دیکھتے تو ابو طلحہؓ کہتے تھے یا رسول اللہ آپؐ سر نہ اٹھائیے نصیب اعداء کوئی تیر نہ لگ جائے، اس کے لئے آپؐ سے پہلے میرا سینہ موجود ہے (بخاری غزوۂ اُحد)

ایک صحابیؓ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! اگر میں قتل ہو گیا تو میرا ٹھکانا کہاں ہوگا؟

آپؐ نے فرمایا کہ "جنت میں" ، اُن کے ہاتھ میں کچھ کھجوریں تھیں جو کھا رہے تھے ، یہ سُنتے ہی انھیں پھینک کر سیدھے معرکہ میں پہنچے اور سرگرم قتال ہونے کے بعد شہید ہو گئے (بخاری غزوہ اُحد)

یہ قریش بدبخت بے رحمی کے ساتھ آپؐ پر تیر تلواریں برسا رہے تھے مگر رحمۃ للعالمین کی زبان مبارک پر یہ الفاظ تھے اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِيْ فَاِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ (اے میرے پروردگار میری قوم کو بخش دے کیونکہ وہ جانتے نہیں) (فتح الباری ہندی پ ۱۶ ص ۸۴ غزوہ اُحد)

چہرۂ انور سے خون جاری تھا اور سراپا رحمت اُس کو کسی کپڑے وغیرہ سے پونچھتے جاتے تھے اور فرمایا کہ اگر اس خون کا ایک قطرہ بھی زمین پر گر جاتا تو سب پر عذاب خداوندی نازل ہو جاتا (فتح الباری غزوۂ اُحد)

اس غزوہ میں کفار کے صرف بائیس یا تئیس آدمی مارے گئے اور مسلمانوں میں سے ستر آدمی شہید ہوئے۔

۴ سنہ

سریہ منذر بجانب بیر معونہ

اسی سال ماہ صفر میں آپؐ نے ستر صحابہؓ کا ایک دستہ اہل نجد کی طرف تبلیغ اسلام کے لئے بھیجا ، جن میں بڑے بڑے علماء وصلحاء شامل تھے ، وہاں پہنچے تو عامر ، رعل ، ذکوان عصیہ ان کے مقابلے کے لئے کھڑے ہو گئے ، بالآخر جنگ ہوئی اور اتفاقاً سب شہید ہو گئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے سخت رنج پہنچا ، یہاں تک کہ آپؐ نے ان لوگوں کے قاتلین کے لئے چند روز صبح کی نماز میں بددعا فرمائی (سیرت مغلطائی ص ۵۲)

اور اسی سال ماہِ شوال میں حضرت حسینؓ کی ولادت ہوئی اور حضرت ام سلمہؓ آنحضرت

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد میں آئیں۔

۵ ھ

قریش اور یہود کی منفقہ سازش اور غزوۂ احزاب

قریش اور یہود کا اتفاق

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو یہاں یہود سے مصالحت کا معاہدہ فرمایا تھا جس کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وفا کرتے رہے لیکن چونکہ یہودی مدینہ طیبہ کے رئیس اور بڑے مانے جاتے آپ کے تشریف لانے کے بعد اسلام کی روزافزوں ترقی اور شوکت کو دیکھ کر ان کو سخت غیظ ہوتا تھا اور اسی لئے ہمیشہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے درپے آزار رہتے تھے۔

غزوۂ بدر میں جب مسلمانوں کو حیرت انگیز فتحیابی ہوئی تو اُن کے غیظ وغضب کی انتہا نہ رہی اور بالآخر انھوں نے علانیہ عہد شکنی شروع کردی چنانچہ ۲ ھ میں ان کے قبیلہ بنی قینقاع نے اعلانِ جنگ کیا، یہ دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ کی تیاری شروع کی، مقابلہ ہوا تو وہ سب قلعہ بند ہوگئے، کچھ عرصہ محصور رہنے کے بعد جلاوطن ہو کر قینقاع شام کے علاقہ میں بنو نضیر خیبر وغیرہ میں چلے گئے۔

ادھر قریش مکہ پہلے سے یہاں کے یہود اور منافقین کو خطوط لکھ کر نہ صرف مخالفت پر اُکسا رہے تھے بلکہ یہ دھمکی بھی ساتھ تھی کہ اگر تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو وہاں سے نکال نہ دوگے تو ہم تمھارے ساتھ بھی جنگ کریں گے (ابوداؤد)

اس وقت یہ اسباب باہمی ربط واتحاد کا بہانہ بن گئے اور اب قریش مکہ یہود مدینہ اور منافقین سب کی مجموعی طاقتیں اسلام کے خلاف کھڑی ہوگئیں مکہ سے مدینہ تک تمام قبائل

میں ایک آگ سی لگ گئی، چنانچہ غزوۂ ذات الرقاع مورخہ ۱۰ر محرم ۵ھ اسی سازش کا نتیجہ تھا اور پھر غزوۂ دومۃ الجندل جو ربیع الاول ۵ھ میں واقع ہوا۔ وہ بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی تھی۔ غزوۂ بنی مصطلق مورخہ ۲ر شعبان ۵ھ کا باعث بھی یہی متفقہ سازش تھی۔ یہ سازشیں ایک عرصہ تک اسی طرح مختلف صورتوں میں ظاہر ہو ہو کر ترقی کرتی رہیں۔

غزوۂ احزاب اور واقعہ خندق

بالآخر ذی قعدہ ۵ھ میں سب نے اپنی پوری قوتیں جمع کر کے یکبارگی مدینہ طیبہ پر حملہ کی ٹھہرائی اور اس طرح دس ہزار آدمیوں کا لشکر جرار مسلمانوں کو مٹانے کے لئے مدینہ طیبہ کی طرف بڑھا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب خبر ہوئی تو صحابہ کو جمع کر کے مشورہ کیا، حضرت سلمان فارسی نے رائے دی کہ کھلے میدان میں جنگ کرنا مناسب نہیں، بلکہ جس طرف سے مدینہ کے اندر ان کے گھسنے کا احتمال ہے اس طرف خندق کھودی جائے چنانچہ آپ تین ہزار صحابہ کو ساتھ لے کر خندق کھودنے کے لئے خود بھی کمربستہ ہو گئے چھ دن میں یہ پانچ گز گہری خندق اس طرح تیار ہوئی کہ اس کے کھودنے میں خود سید الرسل (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دستِ مبارک کا ایک بڑا حصہ تھا۔ (سیرت مغلطائی ص ۵۶)

ایک مرتبہ خندق کھودتے ہوئے ایک پتھر کی چٹان نکل آئی جس کی وجہ سے سب کے سب عاجز ہو گئے، آپؐ نے خود دستِ مبارک سے ایک پھاوڑا مارا تو اس کے ٹکڑے اڑ گئے، غرض خندق تیار ہو گئی۔

ادھر کفار کا لشکر آپہنچا اور مدینہ کا محاصرہ کر لیا تقریباً پندرہ روز تک مسلمان اس میں محصور رہے۔

محاصرہ کی وجہ سے مدینہ میں سخت بے چینی پھیل گئی۔ رسد کی قلت سے صحابہ پر تین تین فاقے گذر گئے۔

Marfat.com

ایک روز مضطر ہو کر صحابہؓ نے اپنے پیٹ کھول کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھائے کہ سب نے پیٹ سے پتھر باندھ رکھے تھے، آپؐ نے اپنا شکم مبارک کھول کر دکھایا جس پر دو پتھر بندھے ہوئے تھے ادھر محاصرین جب خندق عبور نہ کر سکے تو وہیں سے تیر اور پتھر برسانے شروع کر دیئے جانبین سے مسلسل تیر اندازی ہوئی اسی سلسلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی چار نمازیں قضا ہوئیں۔

کفار پر ہوا کا طوفان اور نصرتِ الٰہی

بالآخر خداوند کریم نے اس بے سروسامان جماعت کی امداد فرمائی اور لشکر کفار پر ہوا کا ایک ایسا طوفان مسلط فرمادیا کہ خیموں کی چوبیں اکھڑ گئیں، چولھوں سے دیگچیاں اُلٹ گئیں، جس نے اُن کی فوج کے حواس معطل کر دیئے اور اُن کا سامانِ رسد بھی ختم ہو گیا۔

ادھر حضرت نعیم ابن مسعود نے ایک ایسی تدبیر کی کہ جس سے کفّار کے لشکر میں پھوٹ پڑ گئی، غرض ایسے اسباب جمع ہو گئے کہ اب کفّار کے پاؤں اکھڑ گئے اور تھوڑے ہی عرصہ میں میدان صاف ہو گیا۔

واقعاتِ متفرقہ

اسی سال میں حج فرض ہوا، اس تاریخ میں اور بھی مختلف اقوال ہیں، اس سال ماہ جمادی الاولیٰ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے عبد اللہ بن عثمانؓ یعنی رقیہؓ کے صاحبزادے فوت ہوئے اور آخر شوال میں عائشہ صدیقہؓ کی والدہ کی وفات اور ذیقعدہ میں زینب بنت جحش آپؐ کے عقد میں آئیں اسی سال مدینہ میں زلزلہ آیا اور خسوف قمر ہوا (مغلطائی ص ۵۵)

سنہ ۶ھ

صلح حدیبیہ، بیعت رضوان سلاطین دنیا کو دعوت اسلام

شروع ذیقعدہ سنہ ۶ھ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ معظمہ کا ارادہ فرمایا اور عمرہ کا

احرام باندھا صحابہؓ کی بھی ایک بڑی جماعت جس کی تعداد چودہ پندرہ سو بیان کی جاتی ہے آپؐ کے ساتھ ہوئی (سیرت مغلطائی)

حدیبیہ مکہ معظمہ سے ایک منزل کے فاصلے پر ایک کنواں ہے اور کسی کے نام سے گاؤں کا نام بھی حدیبیہ مشہور ہے، آپؐ نے وہاں پہنچ کر قیام فرمایا۔

آپؐ کا معجزہ ایک کنواں بالکل خشک تھا، آپؐ کے اعجاز سے اس میں اتنا پانی آگیا کہ سب سیراب ہو گئے۔

یہاں پہنچ کر آپؐ نے حضرت عثمان کو مکہ بھیجا کہ قریش کو مطلع کر دیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت محض زیارت بیت اللہ اور عمرہ کے لئے تشریف لائے ہیں اور کوئی سیاسی غرض نہیں۔ حضرت عثمانؓ مکہ پہنچے تو کفار نے ان کو روک لیا، ادھر یہ خبر مشہور ہو گئی کہ کفار نے حضرت عثمانؓ کو قتل کر دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی تو آپؐ نے ایک ببول کے درخت کے نیچے بیٹھ کر صحابہ سے جہاد پر بیعت لی جس کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے اور جس کو بیعت رضوان کہا جاتا ہے۔

بعد میں معلوم ہوا کہ یہ خبر غلط تھی، بلکہ قریش نے سہیل بن عمرو کو شرائط صلح طے کرنے کے لئے بھیجا حسب ذیل شرائط طے ہو کر عہد نامہ لکھا گیا اور دس سال کیلئے باہمی صلح ہو گئی (۱) مسلمان اس وقت واپس جائیں (۲) آئندہ سال صرف تین دن قیام کر کے واپس جائیں (۳) ہتھیار لگا کر نہ آئیں، تلوار ساتھ میں ہو تو میان میں رکھیں (۴) مکہ سے کسی مسلمان کو اپنے ساتھ نہ لے جائیں اور (۵) اگر کوئی مسلمان مکہ میں رہنا چاہے تو اسے منع نہ کریں (۶) اگر کوئی شخص مکہ سے مدینہ چلا جائے تو اسے واپس کر دیں اور (۷) اگر مدینہ سے کوئی آجائے تو کفار اسے واپس نہ کریں۔

یہ تمام شرائط اگرچہ مسلمانوں کے خلاف تھیں اور یہ صلح بظاہر مغلوبانہ تھی لیکن خدا تعالیٰ نے اس کا نام فتح رکھا اور اسی سفر میں سورۂ فتح نازل ہوئی صحابہ کو اس طرح دب کر

Marfat.com

صلح کرنا سخت ناگوار تھا، حضرت عمرؓ نے تو باصرار آپؐ کی خدمت میں عرض کیا، لیکن آپؐ نے فرمایا کہ مجھے خدا کا یہی حکم ہے اور اسی میں ہمارے مستقبل کی تمام فلاح مضمر ہے چنانچہ بعد کے واقعات نے اس معمہ کو حل کر دیا، کیونکہ اس صلح کی بدولت اطمینان کے ساتھ مکہ اور مدینہ کے درمیان آمد و رفت شروع ہو گئی۔ کفار آپؐ کی خدمت میں اور مسلمانوں کے پاس آنے جانے لگے۔ ادھر اسلامی اخلاق کی مقناطیسی کشش نے اُن کو کھینچنا شروع کیا مورخین کا بیان ہے کہ اس عرصہ میں اس قدر کثرت سے لوگ اسلام میں داخل ہوئے کہ اتنے کبھی نہیں ہوئے تھے اور درحقیقت یہ صلح فتح مکہ کا پیش خیمہ تھی۔

سلاطینِ دنیا کو دعوتی خطوط

اس صلح کی وجہ سے راستہ مامون ہو گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارادہ کیا کہ یہ حق کی آواز تمام دنیا کے بادشاہوں تک بھی پہنچا دی جائے۔ چنانچہ عمرو بن امیہؓ کو اصحمہ نامی نجاشی بادشاہ حبشہ کی طرف بھیجا۔ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نامہ مبارک کو دونوں آنکھوں پر رکھا اور تخت سے نیچے اُتر کر زمین پر بیٹھ گیا اور خوش دلی سے اسلام قبول کر لیا اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں انتقال کر گیا

دحیہ کلبیؓ کو ہرقل نامی بادشاہِ روم کے پاس بھیجا، اُسے بھی دلائل قاطعہ اور کتب سابقہ کی شہادتوں سے ثابت ہو گیا کہ آپؐ نبی برحق ہیں، چنانچہ اسلام لانے کا ارادہ کر لیا مگر اس پر تمام رعیت برہم ہو گئی۔ اور اس کو یہ قوی خطرہ پیدا ہو گیا کہ اگر میں مسلمان ہو گیا تو یہ لوگ مجھے سلطنت سے معزول کر دیں گے۔ اس لئے اسلام لانے سے رُک گیا۔

حضرت عبد اللہ ابن حذافہؓ کو کسریٰ خسرو پرویز کج کلاہ ایران کی طرف روانہ فرمایا اس بدبخت نے نامۂ مبارک کے ساتھ گستاخی کی اور چاک کر کے پارہ پارہ کر دیا، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع ہوئی، تو آپؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس کی سلطنت

Marfat.com

کو اسی طرح پارہ پارہ کرے جس طرح اس نے ہمارے خط کو کیا ہے۔
سید الرسل کی دعا کیسے خالی جاتی، تھوڑے ہی عرصہ بعد خسرو پرویز خود اپنے بیٹے شیرویہ کے ہاتھ سے نہایت بے دردی کے ساتھ مارا گیا۔

اور حاطب بن ابی بلتعہ رض کو سلطان مصر و اسکندریہ (مقوقس) کی طرف بھیجا اس کے دل میں بھی اللہ تعالیٰ نے اسلام کی حقانیت اور آپ کی صداقت ڈال دی چنانچہ حضرت حاطب کیساتھ بہت اچھا سلوک کیا، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے چند تحفے بھیجے، جن میں ایک کنیز ماریہ قبطیہ رض اور ایک سفید خچر جس کا نام دلدل تھا اور ایک روایت میں ہے کہ ایک ہزار دینار اور بیس جوڑے بھی ہدیہ میں تھے۔

اور حضرت عمرو بن عاص رض کو بادشاہان عمان یعنی جیفر اور عبد اللہ کے پاس بھیجا، ان کو بھی ذاتی تحقیق اور کتب سابقہ کے ذریعے سے آپ کی نبوت کا کماحقہ یقین ہو گیا اور دونوں مسلمان ہو گئے اور اسی وقت سے مال زکوٰۃ کا جمع کرنا شروع کر دیا اور حضرت عمرو بن عاص رض کے سپرد کر دیا (از سرور المحزون وغیرہ)

حضرت خالد بن ولید اور عمرو بن عاص کا اسلام

خالد بن ولید اس وقت تک اسلام کے ہر معرکہ میں مسلمانوں کے خلاف جنگ کرتے تھے، اکثر غزوات میں اور بالخصوص احد میں محض اُن ہی کے ذریعہ کفار کے اکھڑے ہوئے پاؤں جمے تھے، لیکن صلح حدیبیہ کے بعد خود بخود مسلمان ہونے کے لئے سفر کرتے ہیں راستہ میں عمرو بن عاص رض سے ملاقات ہوئی تو معلوم ہوا کہ وہ بھی اسی قصد سے جا رہے ہیں۔

دونوں ساتھ پہنچ کر مشرف باسلام ہوئے (اصابہ للحافظ)

۷ھ
غزوۂ خیبر، فتح فدک و عمرۂ قضا

یہود مدینہ بنو نضیر جب خیبر[۱] میں جا کر آباد ہوئے تو خیبر یہودیت کا مرکز بن گیا تھا۔ یہ لوگ تمام اطراف کے عرب کو اسلام کے خلاف بھڑکاتے تھے، محرم یا جمادی الاوّل ۷ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چار سو پیادہ اور دو سو سواروں کے ساتھ ان پر جہاد کے لئے تشریف لے گئے، قتل و قتال کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان مسلمانوں کو فتح دی اور یہود کے تمام قلعے مسلمانوں کے قبضہ میں آ گئے۔

اس جہاد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے زیادہ حصہ لیا، اور باب خیبر کو تنہا ہاتھ سے اکھاڑ دیا، حالانکہ ستر آدمی اس کے ہلانے سے عاجز تھے اور بعض روایات میں ہے کہ اس دروازہ کو آپ نے بجائے ڈھال کے استعمال کیا۔ (زرقانی ص ۶۲۹ ج ۲)

فتح فدک خیبر فتح ہونے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود فدک کی طرف ایک رسالہ بھیجا، انھوں نے صلح کر لی۔

عمرۂ قضا صلح حدیبیہ میں جو عمرہ چھوڑ دیا گیا تھا اور کفار قریش سے یہ معاہدہ ہوا تھا کہ آئندہ سال عمرہ کریں گے اور تین دن سے زائد قیام نہ کریں گے، اس سال حسب وعدہ آپؐ مع تمام رفقاء کے پھر تشریف لے گئے اور شرائط معاہدہ کی پوری پابندی کے ساتھ عمرہ ادا فرما کر واپس تشریف لے آئے۔

۸ھ
سریہ موتہ و فتح مکہ معظمہ

سریہ موتہ موتہ ملک شام میں شہر بلقاد کے مضافات میں بیت المقدس سے تقریباً دو منزل

---

[۱] مدینہ طیبہ سے شام کی جانب تین چار منزل کے فاصلہ پر ایک شہر ہے (زرقانی صفحہ ۲۱۷ جلد ۲)

Marfat.com

کے فاصلے پر ایک مقام کا نام ہے، یہاں مسلمانوں اور رومیوں کے درمیان پہلی جنگ ہوئی جس کا باعث یہ تھا کہ عمرو بن شرحبیل نے جو شاہِ روم کی طرف سے بصرہ کا گورنر تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد حارث بن عمیر کو قتل کر دیا تھا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ۸ھ کے نصف میں تین ہزار صحابہ کا لشکر اس کی طرف روانہ کیا۔ جب لشکر موتہ کے قریب پہنچا تو رومیوں کو اطلاع ہوئی وہ ڈیڑھ لاکھ لشکر لے کر مقابلہ کے لئے نکلے، چند روز جنگ ہونے کے بعد خدا تعالیٰ نے ڈیڑھ لاکھ کفار پر تین ہزار مسلمانوں کا رعب اس طرح ڈال دیا کہ پسپا ہونے کے سوا اُن کو کوئی صورت نجات نہ ملی (تلخیص السیرۃ)

فتح مکہ

حدیبیہ میں جو صلح نامہ لکھا گیا تھا، مسلمان اپنی عادت کے موافق پوری پابندی کے ساتھ اس پر عامل تھے کہ ۸ھ میں قریش نے عہد شکنی کی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قاصد بھیج کر قریش کے سامنے چند شرطیں تجدید عہد صلح کے لئے پیش فرمائیں اور آخر میں تحریر فرما دیا کہ اگر یہ شرطیں منظور نہ ہوں تو حدیبیہ کا معاہدہ ٹوٹ گیا۔ قریش نے نقض معاہدہ ہی کو پسند کیا۔

بالآخر آپؐ نے جہاد کی پوری تیاری شروع کر دی اور ۱۰ رمضان المبارک ۸ھ بروزِ چہارشنبہ عصر کے بعد دس ہزار صحابہؓ کی جمعیت کیساتھ آپؐ مدینہ سے نکلے۔ مقام کدید میں مغرب کا وقت ہو گیا تو روزہ افطار فرمایا۔ مکہ معظمہ پہنچ کر حضرت خالد بن ولید کو لشکر کے ایک حصہ کے ساتھ روانہ کیا کہ اوپر کی جانب سے مکہ میں داخل ہوں اور اُن سے فرمایا کہ جو شخص تم سے مقابلہ نہ کرے تم بھی اس سے قتال نہ کرنا۔

ادھر دوسری جانب سے خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم داخل ہوئے اور اعلان فرما دیا کہ جو شخص مسجد میں داخل ہو جائے وہ مامون ہے جو ابو سفیان کے گھر میں داخل ہو جائے وہ مامون ہے

Marfat.com

اور جو اپنے گھر کا دروازہ بند کر لے وہ مامون ہے، البتہ صرف گیارہ مردوں اور چار عورتوں کا خون معاف فرما دیا، جن کا وجود ہر قسم کے فتنوں کا مجسمہ تھا۔ مگر یہ سب منتشر ہو گئے اور پھر اُن میں سے اکثر آدمی بعد فتح مکہ کے مدینہ طیبہ پہنچ کر مسلمان ہو گئے۔

۲۰ رمضان یوم جمعہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے طواف کیا، اس وقت تک کعبہ کے گرد تین سو ساٹھ بت رکھے ہوئے تھے، آپؐ کے دستِ مبارک میں ایک لکڑی تھی جب آپؐ کسی بُت کے پاس سے گزرتے تو اشارہ فرما دیتے تھے اور وہ بُت منہ کے بل گر پڑتا تھا اور یہ آیت کریمہ زبان مبارک پر تھی جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا

فتح کے بعد قریش کے ساتھ مسلمانوں کا سلوک

طواف سے فارغ ہو کر آپؐ نے کعبہ کی کنجی عثمان بن طلحہ شیبی حاجبِ کعبہ سے لے لی اور اندر تشریف لے گئے۔ وہاں سے باہر تشریف لانے کے بعد مقامِ ابراہیم پر نماز پڑھی، نماز سے فارغ ہو کر آپ مسجد میں تشریف رکھتے تھے، لوگ اس کے منتظر تھے کہ آج قریش کے حق میں آپ کا کیا حکم صادر ہوتا ہے لیکن رحمتِ عالم نے قریش کو خطاب کر کے فرمایا، کہ تم ہر طرح آزاد ہو اور مامون ہو، پھر کعبہ کی کنجی بھی اُن ہی کو واپس دے دی (تلخیص السیرۃ)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق اور ابو سفیان کا اسلام

ابو سفیان جو اب تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف قریش کے سب سے بڑے علمبردار تھے اور تقریبًا قریش کے تمام معرکوں میں ان کی فوج کے افسر بھی یہی ہوتے تھے۔ فتح مکہ سے پہلے اسلامی لشکر کی خبر لینے کے لئے مکہ سے باہر نکلے تھے۔ صحابہ نے گرفتار کر لیا۔ لیکن جب گرفتار ہو کر رحمت للعالمین کے دربار میں حاضر کئے جاتے ہیں تو وہاں سے معافی کا حکم ہو جاتا ہے، اور اسی کا یہ اثر ہے کہ ابو سفیان فورًا اسلام کے حلقہ بگوش ہو جاتے ہیں اور اب ہم ان کو حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔

فتح مکہ کے دن ایک شخص ہانپتا کانپتا ہوا حاضر ہوا۔ سراپا رحمت نے ارشاد فرمایا کہ ٹھہرو مطمئن رہو۔ میں کوئی بادشاہ نہیں بلکہ ایک معمولی عورت کا بیٹا ہوں۔

فتح مکہ کے بعد آپؐ پندرہ روز مکہ معظمہ میں مقیم رہے، اس وقت انصار کو یہ خیال ہو کر رنج تھا کہ اب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہیں اقامت فرمائیں گے اور ہم آپ سے دور ہو جائیں گے۔ مگر جب آپ کو ان کے اس خیال کی اطلاع ہوئی تو فرمایا نہیں، بلکہ اب تو ہماری موت و حیات تمہارے ساتھ ہے۔ پھر حضرت عتاب ابن اسید کو مکہ کا امیر مقرر فرما کر خود مدینہ طیبہ کی طرف روانہ ہوئے۔

غزوۂ حنین

فتح مکہ کے بعد عام طور سے عرب اسلام کا حلقہ بگوش ہو گیا کیونکہ ان میں کثرت سے وہ لوگ تھے جو اسلام کی حقانیت کا پورا یقین رکھنے کے باوجود قریش کی شوکت کے ڈر سے مسلمان ہونے میں توقف اور فتح مکہ کا انتظار کر رہے تھے، اس وقت وہ سب کے سب فوج در فوج اسلام میں داخل ہو گئے اور باقی ماندہ عرب کی بھی ہمت نہ رہی کہ اسلام کے مقابلہ میں کھڑے ہوں۔

البتہ دو قبیلے ہوازن اور ثقیف غیرت کی وجہ سے آمادہ جنگ ہو کر مکہ معظمہ کی طرف مسلمانوں کے قتال کے لئے بڑھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ملی تو آپؐ نے بارہ ہزار کا لشکر مقابلے کے لئے جمع کیا، جن میں دس ہزار تو مہاجرین و انصار تھے جو مدینہ سے ساتھ آئے تھے اور دو ہزار نو مسلم تھے جو فتح مکہ میں مسلمان ہوئے تھے اور یہ اب تک اسلامی لشکروں میں سب سے بڑی تعداد تھی ۶ شوال ۸ھ کو یہ حزب اللہ (خدائی لشکر) روانہ ہوا اور جب وادی حنین میں پہنچا تو دشمن پہاڑ کی گھاٹیوں میں چھپے ہوئے تھے۔ فوراً مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے، چونکہ ابھی تک ترتیب صفوف بھی نہیں ہوئی تھی اس لئے اسلامی لشکر کا اگلا حصہ پسپا ہونے لگا۔

لہ سیرت مغلطائی بروایت بخاری ص ۱۰۰، اس میں اور بھی مختلف اقوال ہیں۔

اس پسپائی کا ظاہری سبب تو یہی بے ترتیبی تھی لیکن حقیقی سبب وہ ہے جس کی طرف قرآنِ عزیز نے اشارہ کیا ہے۔ یعنی مسلمان اس وقت خلاف عادت اپنی کثرت اور ساز و سامان دیکھ کر خوش ہو رہے تھے اور بعض صحابہ کی، یہاں تک کہ صدیقِ اکبرؓ کی زبان پر یہ کلمات آگئے کہ آج تو ہم مغلوب نہیں ہو سکتے، اس لئے مالکِ بے نیاز نے ان کو تنبیہ کرنے کے لئے یہ صورت ظاہر فرمائی تاکہ مسلمان سمجھ لیں کہ ہماری فتح و شکست ہمارے ہاتھوں اور تیروں اور تلواروں کا کھیل نہیں بلکہ ؎

ایں ہمہ مستی و بیہوشی نہ حدِ بادہ بود
باحریفاں آنچہ کرد آں نرگسِ مستانہ کرد[1]

بدر میں بے سرو سامانی کے ساتھ فتح میں اور حنین میں اس قدر ساز و سامان کے باوجود شکست کا یہی راز تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت دو زرہ پہنے ہوئے ایک خچر پر سوار تھے جس کو دلدل کہا جاتا تھا قبائل کو پسپا ہوتے ہوئے دیکھا تو آپ کے ارشاد سے حضرت عباس نے ایک دلیرانہ آواز دی جس سے لوگوں کے اکھڑے ہوئے پاؤں پھر جم گئے اور طرفین سے قتل و قتال شروع ہو گیا۔

ایک عظیم الشان معجزہ ایک مٹھی خاک سے تمام لشکرِ غنیم کو شکست

اُدھر آپؐ نے زمین سے ایک مٹھی خاک اٹھا کر لشکرِ غنیم کی طرف پھینکی جس کو قدرتِ خداوندی نے مخالف لشکر کے ہر سپاہی کی آنکھ میں اس طرح پہنچا دیا تھا کہ کوئی ایک آنکھ اس سے نہ بچ سکی (سیرت مغلطائی ص ۷۲) آخر دشمن مرعوب و مغلوب ہو کر بھاگے، مسلمانوں نے جوشِ انتقام میں بچوں اور عورتوں کی طرف ہاتھ بڑھایا

[1] اور غالباً اسی شعر کا ترجمہ کسی نے اردو زبان میں اس طرح کیا ہے ؎

چرخ کو کب یہ سلیقہ ہے ستمگاری میں
کوئی معشوق ہے اس پردۂ زنگاری میں

Marfat.com

تو آپؐ نے اس سے منع فرمایا۔

غزوۂ طائف اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم طائف کی طرف متوجہ ہوئے جہاں بنی ثقیف اور ہوازن کا مرکز تھا۔ تقریباً اٹھارہ دن تک اس کا محاصرہ کیا، لیکن فتح نہ ہوا۔ جب آپؐ وہاں تشریف لائے تو ابھی راستہ ہی میں تھے کہ مقام جرانہ میں طائف سے قبیلہ ہوازن کے وفد آپ کی خدمت میں پہنچے اور درخواست کی کہ حنین کے موقع پر جو ان کے لوگ مسلمانوں کے ہاتھوں قید ہوئے تھے، اُن کو واپس کر دیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منظور فرما کر ان کے قیدی واپس کر دیئے۔ جب آپؐ طائف سے واپس آکر مدینہ میں مقیم ہو گئے تو اہلِ طائف کا ایک وفد حاضر خدمت ہو کر اور خود درخواست کر کے داخل اسلام ہو گیا۔

عمرہ جعرانہ اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جعرانہ ہی سے عمرہ کا ارادہ فرمایا اور احرام باندھ کر مکہ معظمہ تشریف لے گئے اور ادائے عمرہ کے بعد پھر مدینہ طیبہ کو واپسی ہوئی ۶ ذیقعدہ ۸ھ کو مدینہ میں داخل ہوئے۔

۹ھ

غزوۂ تبوک :: حج الاسلام

وفود کی آمد اور فوج در فوج مسلمان ہونا

غزوۂ تبوک اور اسلام میں چندہ کا رواج طائف سے واپسی کے بعد ۹ھ کے نصف تک مدینہ میں مقیم رہے، پھر آپؐ کو اطلاع ملی کہ غزوۂ موتہ کے شکست خوردہ رومیوں نے مسلمانوں سے جنگ کرنے کے لئے مقام تبوک میں (جو مسلمانوں سے چودہ سو میل کے فاصلے پر ہے) بہت کچھ تیاریاں کر رکھی ہیں

Marfat.com

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد کی تیاری شروع کی لیکن اس وقت مسلمان قحط سالی کی وجہ سے نہایت تنگدستی اور افلاس کی حالت میں تھے اور اس پر مزید یہ کہ سخت گرمی پڑ رہی تھی، لیکن جاں نثاروں کی جماعت تھی کہ اس کے باوجود بھی جہاد کی تیاریاں شروع ہوگئیں۔ چندہ کیا گیا تو حضرت صدیق اکبرؓ نے اپنے گھر کا سارا اثاثہ لاکر رکھ دیا اور حضرت عثمان غنی رضؓ نے ایک عظیم الشان امداد سامانِ جنگ وغیرہ سے پیش کی جو نو سو اونٹ اور گھوڑوں پر مشتمل تھی (سیرت مغلطائی ص ٧٢)

جمعرات کے روز ماہ رجب میں تیس ہزار صحابہ کی جمعیت لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تبوک کی طرف تشریف لے چلے۔

چند معجزات

راستہ میں ابوذر غفاریؓ کو دیکھا کہ سب سے علٰحدہ علٰحدہ چل رہے ہیں، تو فرمایا دیکھا سے علٰحدہ ہی چلیں گے اور علٰحدہ ہی زندگی گذاریں گے اور علٰحدہ ہی مریں گے، چنانچہ ٹھیک ایسا ہی ہوا۔

اسی غزوہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی گم ہوگئی اور آپؐ کو بذریعہ وحی تبلایا گیا کہ اس کی مہار ایک درخت میں فلاں جگہ الجھ گئی ہے وہاں جاکر دیکھا تو یہی صورت سامنے آئی (مغلطائی ص ٧٢)

تبوک جب پہنچے تو اس جگہ کوئی نہ تھا۔ ہرقل بادشاہ حمص چلا گیا تھا، آپ نے حضرت خالدرضؓ کو اکیدر نصرانی کی طرف بھیجا اور پیشین گوئی کے طور پر فرمایا کہ تم رات کے وقت اس سے ملوگے جب کہ وہ شکار کر رہا ہوگا، خالد پہنچے تو ٹھیک یہی واقعہ پیش آیا اور اس کو گرفتار کر لائے۔

الغرض آپ تقریباً پندرہ بیس روز وہیں مقیم رہے لیکن کوئی مقابلے پر نہیں آیا تو واپسی کا ارادہ ہوا اور یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری غزوہ تھا۔ رمضان المبارک ۹ھ میں واپس مدینہ پہنچے۔

Marfat.com

مسجد ضرار کو آگ لگانا واپسی کے بعد آپ نے اس جگہ آگ لگا دینے کا حکم فرمایا جو منافقین نے مسلمانوں کے خلاف مشورہ کرنے کے لئے مسجد کے نام سے بنائی تھی۔ اور مسلمانوں کو دھوکا دینے کے لئے اس کا نام مسجد رکھ دیا تھا (مغلطائی) اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ مسجد ضرار درحقیقت مسجد نہ تھی۔

اسلام میں داخلہ صلح حدیبیہ کے بعد جب راستے مامون ہوئے تو اشاعت اسلام جس کو امن وامان ہی کی ضرورت تھی ایک حد تک وسیع پیمانے پر ہو سکی۔ اور اسی لئے اس صلح کا نام آسمانی دفتروں میں فتح رکھا ہوا تھا لیکن پھر بھی کچھ لوگ قریش کے دباؤ کی وجہ سے اسلام میں داخل نہ ہو سکے تھے، فتح مکہ نے اس قصہ کو بھی تمام کر دیا اور اب قرآن عظیم نے تمام عرب میں گھر گھر پہنچ کر اپنے اعجازی تصرف سے سب کے قلوب پر سکہ بٹھا دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہی لوگ جو کسی طرح اسلام اور مسلمان کی صورت نہ دیکھنا چاہتے تھے آج جوق در جوق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دور دراز کے سفر طے کرتے ہوئے وفود کی صورت میں پہنچتے ہیں اور برضا ورغبت اسلام کے حلقہ بگوش بن کر اپنا جان ومال فدا کرنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں اور یہ وفود اکثر ۹ھ میں حاضر اقدس ہوئے۔

وفد ثقیف تبوک سے واپسی کے بعد ہی مدینہ طیبہ میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوا اور پھر پے در پے وفود آنے شروع ہو گئے۔ جن کی تعداد ستر تک نقل کی جاتی ہے۔ ان میں سے بعض کے واقعات مختصراً یہ ہیں۔

وفد بنی فزارہ پہلے ہی مسلمان ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

وفد بنی تمیم آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کچھ مکالمات کے بعد سب کے سب مسلمان ہو کر وطن کو لوٹ گئے۔

Marfat.com

وفد بنی سعد ابن بکر اس وفد کے امیر ثمام بن ثعلبہ تھے، انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت سے سوالات کئے، آپ نے سب کے شافی جواب دیئے اور پوری تحقیق مذہب اور شرح صدر کے بعد مشرف باسلام ہو کر اپنی قوم کی طرف واپس ہوئے اور قوم میں تبلیغ کی جس کی وجہ سے ان کی ساری قوم مسلمان ہوگئی۔

وفد کندہ سورۂ صافات کی ابتدائی آیات سنتے ہی اُن کے قلوب میں اسلام نے گھر کر لیا۔

وفد بنی عبد القیس پہلے نصاریٰ تھے سب کے سب آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوگئے، آپ نے ضروری امور اسلامی ان کو تعلیم فرمائے۔

وفد بنی حنیفہ بھی حاضرِ خدمت ہو کر مسلمان ہو گئے۔ ان میں مسیلمہ بھی شامل تھا جو بعد میں نبوت کا دعویٰ کر کے مسیلمہ کذاب کے نام سے پکارا گیا اور محض اس دعوائے نبوت کی بنا پر صدیقِ اکبر رضؓ کے زمانہ میں جماعتِ صحابہ کے ہاتھوں سے مع اپنے رفقاء کے قتل کیا گیا۔

فائدہ: مسیلمہ کذاب بوقت دعوائے نبوت بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن و اسلام کا منکر نہیں تھا چنانچہ امام الحدیث والتفسیر شیخ ابو جعفر طبری اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ مسیلمہ نے اپنے مؤذن کو حکم دیا تھا کہ اذان میں برابر اشھد ان محمد رسول اللہ کہا کرے لیکن چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی قسم کا نبوت کا دعویٰ جائز نہیں بلکہ مطلقاً دعوائے نبوت بہت سی نصوص قرآنی اور احادیث متواترہ اور اجماعی عقیدۂ نبوت سے انکار ہے اس لئے باجماع صحابہ مسیلمہ کا غیر تشریعی نبوت کا دعویٰ بھی کفر و ارتداد سمجھا گیا اور باجماع صحابہ اس پر جہاد کیا گیا، صحابہ کو اس کی اذان و نماز و تلاوتِ قرآن نے اس کو کافر کہنے سے نہیں روکا۔

Marfat.com

قادیانی مرزا صاحب جن کے دعوے اس سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہیں یہی نہیں کہ اپنے آپ کو تمام انبیاء سے افضل بتاتے ہیں بلکہ بہت سے انبیاء کی ایسی جگر خراش توہین کرتے ہیں کہ کسی شریف انسان سے ممکن نہیں بالخصوص حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر تو اپنا ترکش خالی کر دیا ہے اور وہ بازاری گالیاں دی ہیں کہ کوئی مسلمان اسکو سُن کر کسی طرح صبر نہیں کر سکتا جس کی تصدیق خود مرزا صاحب کی تصانیف "ضمیمہ انجام آتھم" اور "دافع البلاء نزول المسیح" سے ہر شخص کر سکتا ہے، یہ اور اسی قسم کے بہت سے مشرکانہ دعوے دیکھ کر تمام اسلامی فرقوں کے علماء نے متفقہ طور پر اگر ان کے کفر کا فتویٰ دیا اور ان کی نماز روزہ اور ان کی مزعومہ تبلیغ اسلام کی پروا نہ کی تو بلا شبہ اسوۂ صحابہ کی پیروی کی، ان پر اس میں کوئی ملامت نہیں کی جا سکتی۔

وفد بنی قحطان جس کے امیر زید الخیل تھے۔ یہ بھی سب کے سب حاضر ہو کر مسلمان ہو گئے۔

وفد بنی الحارث ان میں خالد ابن الولیدؓ بھی تھے جو مع اپنے رفقاء کے مسلمان ہو گئے۔ اسی طرح بنی اسد، بنی محارب، ہمدان، غسان وغیرہ کے وفود کچھ حاضری سے پہلے اور کچھ بعد میں مسلمان ہوئے۔ حمیر کے مختلف سردار جو اپنی اپنی جماعت کے بادشاہ سمجھے جاتے تھے، ان کی طرف سے قاصد یہ خبر لائے کہ ان سب نے برضا و رغبت اسلام قبول کر لیا اور اسی طرح پیادہ و سوار وفود حاضر ہو کر اسلام لاتے رہے، یہاں تک کہ ۱۰ھ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک لاکھ سے زیادہ مسلمان تھے اور جو لوگ اس حج میں حاضر نہیں تھے اُن کی تعداد بھی اس سے کئی گنی تھی۔

صدیق اکبرؓ کا امیر حج ہونا غزوۂ تبوک کے بعد ذیقعدہ ۹ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق اکبرؓ کو امیر حج بنا کر مکہ معظمہ روانہ فرمایا۔

Marfat.com

سنہ ١٠ھ

حجۃ الاسلام

٢٥ ذیقعدہ سنہ ١٠ھ روز شنبہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم حج کے لئے مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہوئے صحابہ رضی اللہ عنہم کی بھی عظیم الشان جمعیت ساتھ ہوئی جس کی تعداد ایک لاکھ سے زائد منقول ہے، مدینہ منورہ سے چھ میل پر بمقام ذوالحلیفہ احرام باندھا۔ ۴ ذی الحجہ کو بروز شنبہ مکہ معظمہ میں داخل ہوئے اور حسب قواعد شرعیہ حج ادا فرمایا۔

خطبۂ عرفات نویں تاریخ کو عرفات تشریف لیجا کر آپؐ نے ایک مفصل اور بلیغ خطبہ دیا، جو نصائح اور حکم سے بھرا ہوا اور خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری پیغام تھا خصوصاً اس کے مندرجہ ذیل ارشادات ہر مسلمان کو اپنے صفحۂ دل پر لکھ لینا چاہئیں:

"اے لوگو! میرا کلام سنو، تاکہ میں تمہارے لئے ضروری امور کو بیان کر دوں نہ معلوم کہ آئندہ سال پھر میں تم سے مل سکوں یا نہیں"

اس کے بعد فرمایا:

"مسلمانوں کی جان و مال و آبرو تم پر قیامت تک اسی طرح حرام ہیں جیسے اس دن (عرفہ) اس مہینہ (ذی الحجہ) اور اس شہر (مکہ) کی حرمت ہے اس لئے جس شخص کے پاس کسی کی امانت ہو تو وہ اس کی امانت واپس کر دے"

اس کے بعد ارشاد فرمایا:

"اے لوگو! تمہاری عورتوں کے تم پر کچھ حقوق ہیں اور ان پر تمہارے حقوق ہیں اے لوگو! مسلمان سب بھائی بھائی ہیں، کسی شخص کے لئے اپنے بھائی کا مال بغیر اس کی خوشی کے حلال نہیں، میرے بعد تم پھر کافر نہ ہو جائیو، کہ ایک دوسرے کی

گردنیں مارنے لگو، اس لئے کہ میں نے تمہارے لئے اپنے بعد خدا کی کتاب چھوڑی ہے کہ اگر تم اس کے احکام کو مضبوطی سے پکڑے رہو تو کبھی گمراہ نہ ہو گے"

پھر ارشاد فرمایا:

"اے لوگو! تمہارا پروردگار ایک ہے اور تمہارے باپ ایک ہیں تم آدم علیہ السلام کی اولاد ہو، اور آدم علیہ السلام مٹی سے پیدا ہوئے۔ تم میں سب سے عزت والا وہ ہے جو متقی ہو، کسی عربی کو کسی عجمی پر تقویٰ کے سوا کوئی فضیلت نہیں ہو سکتی یاد رکھو کہ میں تبلیغ کر چکا اور یا اللہ تو گواہ ہے کہ میں تبلیغ کر چکا، حاضرین کو چاہیے کہ یہ کلمات غائبین کو پہنچا دیں"

حج سے فارغ ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دس روز تک مکہ معظمہ میں مقیم رہ کر مدینہ طیبہ واپس ہوئے۔

سنہ ۱۱ھ

سریہ اُسامہ اور مرض وفات

سریہ اسامہ مکہ معظمہ سے واپسی کے بعد ۲٦ صفر سنہ ۱۱ھ بروز شنبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سریہ جہاد روم کے لئے تیار فرمایا جس میں صدیق اکبرؓ اور فاروق اعظمؓ اور ابو عبیدہ جیسے اکابر شامل تھے مگر اس سریہ کے امیر حضرت اسامہؓ مقرر ہوئے اور یہ آخری لشکر تھا جس کی روانگی کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود انتظام فرمایا تھا یہ ابھی روانہ نہ ہوا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بخار شروع ہو گیا۔

آپ کا مرض وفات ۲۸ صفر سنہ ۱۱ھ چہار شنبہ کی رات میں آپ نے قبرستان بقیع غرقد میں تشریف لے جا کر اہل قبور کے لئے دعائے

مغفرت کی اور فرمایا "اے اہلِ مقابر تمہیں اپنا یہ حال اور قبروں کا قیام مبارک ہو، کیونکہ اب دنیا میں تاریک فتنے ٹوٹ پڑے۔ وہاں سے تشریف لائے تو سر میں درد تھا، اور پھر بخار ہو گیا اور یہ بخار صحیح روایات کے موافق تیرہ روز تک متواتر رہا اور اسی حالت میں وفات ہو گئی، اسی عرصہ میں آپ اپنے دستور کے مطابق ہر روز ازواج مطہرات کے حجروں میں منتقل ہوتے رہے۔ جب آپ کا مرض طویل اور سخت ہو گیا تو ازواج مطہرات سے اجازت لی کہ ایام مرض میں صدیقہ عائشہ رضہ کے گھر میں رہیں، سب نے اجازت دے دی۔

صدیق اکبر رضہ کی امامت

رفتہ رفتہ مرض اتنا بڑھ گیا کہ آپ مسجد تک بھی تشریف نہ لا سکے تو ارشاد فرمایا کہ صدیق اکبر رض سے کہو نماز پڑھائیں۔ حضرت صدیق رضہ نے تقریباً سترہ نمازیں پڑھائیں، پھر ایک روز اتفاقاً صدیق اکبر رضہ اور حضرت عباس رضہ انصار کی ایک مجلس پر گذرے تو وہ سب رو رہے تھے۔ سبب پوچھا تو کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس کو یاد کر کے رو رہے ہیں۔ حضرت عباس رضہ نے یہ خبر آپ کو بھی پہنچا دی۔ یہ سُن کر آپ حضرت علی رضہ اور حضرت فضل کے کاندھوں پر ٹیک لگائے ہوئے باہر تشریف لائے حضرت عباس رضہ آگے آگے تھے، آپ منبر پر چڑھے لیکن نیچے ہی سیڑھی پر جلوہ افروز رہے اور اوپر نہ چڑھ سکے اور بلیغ خطبہ دیا، جس کے بعض کلمات یہ ہیں۔

آخر الانبیاء کا آخری خطبہ

اے لوگو! مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم اپنے نبی کی موت سے ڈر رہے ہو، کیا مجھ سے پہلے کوئی نبی ہمیشہ رہا ہے جو میں رہتا، ہاں میں اپنے پروردگار سے ملنے والا ہوں اور تم مجھ سے ملنے والے ہو، ہاں تمہارے ملنے کی جگہ حوضِ کوثر ہے پس جو شخص کہ یہ پسند کرے کہ بروزِ قیامت اس حوض سے سیراب ہو تو

اس کو چاہیئے کہ اپنے ہاتھ اور زبان کو لایعنی اور بے ضرورت باتوں سے روکے، میں تمہیں مہاجرین کے ساتھ حسن سلوک اور اتحاد کی وصیت کرتا ہوں اور ارشاد فرمایا کہ جب لوگ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہیں تو ان کے حکام اور بادشاہ ان کے ساتھ انصاف کرتے ہیں اور جب وہ اپنے پروردگار کی نافرمانی کرتے ہیں تو وہ ان کے ساتھ بے رحمی کرتے ہیں (دروس السیرۃ المحمدیہ)

اس کے بعد مکان میں تشریف لے گئے اور وفات سے پانچ یا تین روز پہلے پھر ایک مرتبہ باہر تشریف لائے۔ سر مبارک بندھا ہوا تھا حضرت صدیق اکبرؓ نماز[1] پڑھا رہے تھے۔ وہ پیچھے ہٹنے لگے، آپؐ نے ہاتھ کے اشارہ سے منع فرمایا اور خود ابوبکر صدیق[2] کے بائیں جانب بیٹھ گئے۔ نماز کے بعد مختصر خطبہ دیا جس کے دوران فرمایا۔

"ابوبکرؓ سب سے زیادہ میرے محسن ہیں اور اگر میں خدا کے سوا کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکرؓ کو بناتا، لیکن چونکہ خلیل خدا کے سوا کوئی نہیں اس لئے ابوبکرؓ میرے بھائی اور دوست ہیں"۔

اور فرمایا:

"مسجد میں جتنے لوگوں کے دروازے ہیں وہ سب سوائے ابوبکرؓ کے دروازے کے بند کر دیئے جائیں" (صحیح بخاری مع فتح الباری ص ۳۵۶ ج ۱)

محدث ابن حبان نے اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرمایا ہے کہ اس حدیث میں صاف اشارہ ہے کہ آپؐ کے بعد صدیق اکبرؓ ہی خلیفہ ہیں۔

(فتح الباری پ ۲۴ ص ۳۵۶) اس کے بعد دوسری ربیع الاول دوشنبہ کے روز

---

[1] صحیح یہ ہے کہ ظہر کی نماز تھی، فتح الباری ص ۱۰۶ ہندی

[2] صحیح روایت کے مطابق اس وقت آپ ہی امام تھے، صدیق اکبرؓ اور تمام جماعت آپ کی مقتدی تھی البتہ صدیق اکبرؓ بلند آواز سے تکبیر کہتے جاتے تھے (مشکوٰۃ باب متابعۃ الامام) ۱۲ منہ

Marfat.com

لوگ صبح کی نماز حضرت صدیق رضؓ کے پیچھے پڑھ رہے تھے کہ یکایک آپ نے حضرت عائشہ رضؓ کے حجرے کا پردہ کھول کر لوگوں کی طرف دیکھا اور تبسم فرمایا۔ صدیق اکبر رضؓ یہ دیکھ کر پیچھے ہٹنے لگے اور خوشی کی وجہ سے صحابہ کے قلوب نماز میں منتشر ہوتے لگے

در نماز م خم ابروئے تو چوں یاد آمد
حالتے رفت کہ محراب بفریاد آمد

آپؐ نے ان کو ہاتھ سے ارشاد فرمایا کہ نماز پوری کرو اور خود اندر تشریف لے گئے اور پردہ چھوڑ دیا اور اس کے بعد پھر باہر تشریف نہیں لائے، اسی روز ظہر کے بعد اس عالم سے انتقال فرما کر رفیق اعلیٰ کے ساتھ واصل ہوئے۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون

صحیح بخاری کی روایت کے مطابق اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف تریسٹھ (۶۳) برس تھی [۱]

آپؐ کے آخری کلمات

حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں کہ اس مرض کے دوران میں کبھی کبھی آپؐ چہرہ مبارک سے چادر اٹھا کر فرماتے تھے کہ یہود و نصاریٰ پر اس لئے خدا کی لعنت آئی ہے کہ انھوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا ہے۔ غرض یہ تھی کہ مسلمان اس سے بچیں (بخاری ص ۱۰۵)

آہ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری لمحات میں جس چیز سے ڈرایا تھا وہ

---

[۱] تاریخ وفات میں مشہور رہے کہ ۱۲ ربیع الاول کو واقع ہوئی اور یہی جمہور مورخین کہتے چلے آئے ہیں لیکن حساب سے کسی طرح یہ تاریخ وفات نہیں ہو سکتی کیونکہ یہ بھی متفق علیہ اور یقینی امر ہے کہ وفات دوشنبہ کو ہوئی اور یہ بھی یقینی ہے کہ آپ کا حج ۹ ذی الحجہ روز جمعہ کو ہوا ان دونوں باتوں کے ملانے سے ۱۲ ربیع الاول روز دوشنبہ نہیں پڑتی اس لئے حافظ ابن حجر نے شرح صحیح بخاری میں طویل بحث کے بعد اس کو صحیح قرار دیا ہے کہ تاریخ وفات دوسری ربیع الاول ہے کتابت کی غلطی سے (۲ کا ۱۲) اور عربی عبارت میں ثانی شہر ربیع الاول کا ثانی عشر ربیع الاول بن گیا۔ حافظ مغلطائی نے بھی دوسری تاریخ کو ترجیح دی ہے۔ واللہ اعلم۔

Marfat.com

ڈرایا تھا وہ بھی آج مسلمانوں نے نہ چھوڑا، اور اولیاء و صلحاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا ڈالا (نعوذ باللہ) حضرت صدیقہ رض فرماتی ہیں کہ قریب وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چھت کی طرف دیکھتے اور فرماتے تھے۔

یعنی یا اللہ میں رفیق اعلیٰ کو پسند کرتا ہوں۔ بعض روایات میں ہے کہ آخریں لمحات حیات میں زبان رسالت پر "الصلوٰۃ الصلوٰۃ" کے کلمات جاری رہے [۲] (خصائص الکبریٰ)

[۱] وفات کی خبر صحابہ میں شائع ہوئی تو گویا سب کی عقلیں اڑ گئیں۔ فاروق اعظم رض جیسے جلیل القدر صحابی فرطِ غم سے آپ کی موت کا انکار کرنے لگے۔ صدیق اکبر رض اس وقت تشریف لائے تو ایک مختصر سا خطبہ دیا جس میں لوگوں کو صبر کی تلقین کی اور فرمایا کہ جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتا تھا تو سن لے کہ آپ وفات پا گئے اور جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا تو سمجھ لے کہ وہ حی قیوم آج بھی زندہ ہے! یہ سن کر صحابہ کو کچھ ہوش آیا پھر چونکہ آپ کے بعد خلیفہ کا قائم کرنا سب سے پہلا اور مقدم کام تھا کیونکہ دوسرے دینی و دنیوی معاملات کے خلل اور بیرونی و اندرونی دشمنوں کے حملے کے علاوہ خود آپ کی تجہیز و تکفین سے پہلے ہی خلیفہ کا قائم کرنا ضروری سمجھا اور اس قضیہ کے طے ہونے میں کچھ دیر ہوئی اور اسی پیر کے دن سے بدھ کی رات تک توقف ہوا۔ بدھ کی رات میں حضرت علی رض اور حضرت عباس رض وغیرہ نے آپ کو غسل و کفن دیا اور نماز جنازہ پڑھائی گئی۔ قبر شریف۔ حدیث شریف کے موافق صدیقہ عائشہ رض کے حجرہ میں اسی جگہ کھودی گئی جہاں وفات ہوئی تھی۔ ابو طلحہ رض نے قبر کھودی اور حضرت علی رض و عباس رض نے قبر میں رکھا، آپ کی

---

[۱] بیہقی نے بروایت صدیقہ نقل کیا ہے کہ آخرین لمحہ حیات میں زبانِ مبارک پر یہ الفاظ تھے الصلوٰۃ وما ملکت ایمانکم یعنی نماز کا اور ان لوگوں کے حقوق کا خیال رکھو جو تمہارے قبضہ میں ہیں

[۲] حافظ نے اس قول کو ترجیح دی ہے (فتح الباری ص ۱۰۶)

Marfat.com

قبر شریف ایک بالشت اونچی رکھی گئی۔

سیرت نبوی کو مختصراً بیان کرنے کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ کے اخلاقِ کریمانہ کا کچھ حصہ مختصراً بیان کر دیا جائے، شاید خداوندِ کریم ہم سب کو ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے وَمَا ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ بِعَزِیْزٍ۔

آپؐ کے اخلاق وخصائل ومعجزات

اخلاق شریفہ آپؐ سب سے زیادہ شجاع و بہادر اور سب سے زیادہ سخی تھے، جب کبھی آپؐ سے کسی چیز کا سوال کیا جاتا تو فوراً عطا فرما دیتے تھے، سب سے زیادہ حلیم و بردبار تھے یہاں تک کہ صحابہ نے کفار کی ایک قوم کے متعلق آپؐ سے عرض کیا کہ اُن کے متعلق بددعا فرمائیے، آپؐ نے فرمایا کہ میں رحمت ہو کر آیا ہوں، عذاب بن کر نہیں آیا، آپؐ کا دندانِ مبارک شہید کیا گیا۔ مگر اس وقت بھی اُن کے لئے دعائے مغفرت ہی فرماتے تھے۔

آپؐ سب سے زیادہ حیادار تھے، آپؐ کی نگاہ کسی کے چہرے پر نہ ٹھہرتی تھی۔ اپنے ذاتی معاملات میں کسی سے انتقام نہ لیتے تھے اور نہ غصہ ہوتے تھے، ہاں جب حدودِ خداوندی پر دست اندازی کی جاتی تو غصہ آتا تھا، اور جب غصہ آتا تھا تو پھر آپ کے سامنے کوئی ٹھہر نہ سکتا تھا۔ جب آپؐ کو دو کاموں میں اختیار دیا تو ہمیشہ اُن میں سے آسان کو اختیار فرمایا۔ تاکہ اُمت کے لئے سہولت ہو، آپؐ نے کسی کھانے میں کبھی عیب نہیں نکالا۔ البتہ اگر مرغوب ہوتا تو کھا لیتے ورنہ چھوڑ دیتے آپؐ تکیہ لگا کر نہ کھاتے اور نہ میز پر بیٹھ کر کھاتے تھے، نہ سینی پر، اور نہ کبھی آپؐ کے لئے پتلی چپاتی پکائی گئی۔ ککڑی، خربوزہ کو کھجور کے ساتھ کھایا کرتے تھے، شہد

Marfat.com

اور تمام شیریں چیزوں کو طبعاً آپ پسند فرماتے تھے۔

حضرت ابو ہریرہ رض فرماتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے تشریف لے گئے اور کبھی آپؐ نے اور آپؐ کے اہل بیت نے جو کی روٹی بھی پیٹ بھر کر نہیں کھائی، آپؐ کے گھر والوں پر دو دو مہینے صاف اس طرح گزر جاتے تھے کہ چولھے میں آگ جلانے کی بھی نوبت نہ آتی تھی بلکہ صرف چھواروں اور پانی پر گذر ہوتی تھی۔

آپؐ اپنا جوتا خود سی لیتے اور کپڑے میں پیوند خود لگاتے تھے۔ اپنے اہل بیت کے کاروبار میں رہتے تھے، مریضوں کی عیادت کرتے تھے، جب کوئی آدمی آپؐ کو دعوت دیتا، خواہ وہ امیر ہوتا یا مفلس، اس کے یہاں تشریف لے جاتے تھے، کسی مفلس کو اس کے فقر کی وجہ سے حقیر نہ جانتے تھے اور کسی بڑے سے بڑے بادشاہ سے اس کے ملک کی وجہ سے مرعوب نہ ہوتے تھے۔ اپنے پیچھے اپنے غلام وغیرہ کو سوار کر لیتے تھے۔ موٹے کپڑے پہنتے تھے اور گھٹے ہوئے جوتے پہن لیتے تھے۔ سفید کپڑے آپ کو سب سے زیادہ پسند تھے۔

کثرت سے اللہ تعالےٰ کا ذکر کرتے اور بے کار باتوں سے اجتناب فرماتے تھے۔ نماز کو طویل اور خطبہ مختصر پڑھتے تھے، غلاموں اور مفلسوں کے ساتھ چلنے پھرنے سے پرہیز نہ فرماتے تھے، کبھی کبھی ہنسی اور خوش طبعی کی باتیں فرماتے لیکن اس وقت بھی واقعہ کے خلاف نہ بولتے تھے۔ تمام انسانوں سے زیادہ خندہ پیشانی اور خوش خلق تھے، عذر خواہ کا عذر قبول فرما لیتے تھے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ آپؐ کا خلق قرآن مجید تھا۔ یعنی جس چیز کو قرآن پسند کرتا۔ اس کو آپ بھی پسند فرماتے اور جس کو قرآن پسند نہ کرتا تھا اس کو آپ بھی ناپسند فرماتے تھے۔

حضرت انس فرماتے ہیں کہ میں نے آپ کی خوشبو سے بہتر کبھی کوئی خوشبو نہیں سونگھی۔

معجزات

دنیوی بادشاہ جب کسی کو اپنی طرف سے کسی صوبہ کا عامل (گورنر) بنا کر بھیجتے ہیں تو اس کے ساتھ کچھ نشانیاں دی جاتی ہیں کہ جن کو دیکھ کر لوگوں کو اس کی گورنری کا یقین آجائے، مثلاً کچھ حشم و خدام اور فوج اور وہ تمام اختیارات جن کو عام رعایا نافذ نہیں کر سکتی اسی طرح خدائے تعالیٰ کے رسول جب دنیا میں آتے ہیں تو اُن کے ساتھ صدق و دیانت اور حسنِ خلق اور جملہ کمالات بشریہ کی نشانیوں کے ساتھ ایک قوتِ قاہرہ بھی ہوتی ہے جس کے ذریعہ سے معاندین کی گردنیں جھک جاتی ہیں۔ اسی قوتِ قاہرہ اور فوق العادت اختیارات کا نام معجزات اور خرقِ عادت ہے۔

ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات تعداد اور کیفیت کے لحاظ سے بھی تمام انبیائے سابقین سے افضل ہیں اور زائد ہیں۔

پہلے انبیاء علیہم السلام کے معجزات ان کی مقدس ہستیوں تک محدود تھے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ قرآن آج بھی ہر مسلمان کے ہاتھ میں ہے جس کے مقابلہ میں دنیا کی ساری قومیں اور جن وانس عاجز ہیں، اس کے علاوہ چاند کے دو ٹکڑے کر دینا انگلیوں سے پانی جاری ہونا۔ کنکریوں کا تسبیح پڑھنا، لکڑی کے ستون کا رونا، درختوں کا آپ کو سلام کرنا، درختوں کا بلانا اور اُن کا آنا جانا، ہزاروں پیشین گوئیاں کا آفتاب کی طرح صادق ہونا وغیرہ وغیرہ۔

ہزاروں معجزات ہیں جو نہ صرف آیات اور صحیح احادیث میں وارد ہیں بلکہ کفار کی شہادت سے بھی ثابت ہیں جن کو علمائے متقدمین و متاخرین نے مستقل تصنیفوں میں ثابت کیا ہے۔

علامہ سیوطیؒ کی خصائص کبریٰ اور متاخرین میں رسالہ الکلام المبین اُردو اسی مضمون میں لکھے گئے ہیں مگر اس مختصر رسالہ میں اُن کی تفصیل کی گنجائش نہیں اس لئے اس پر

Marfat.com

اکتفا کیا جاتا ہے۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمٖ

آخر میں مناسب معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چند کلماتِ نصیحت بھی لکھے جاویں اور ان کا مستقل نام جوامع الکلم ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ط

بندہ محمد شفیع

دیوبندی غفرلہٗ ولوالدیہ ومشائخہٗ

Marfat.com

جَوَامِعُ الْکَلِمْ

چہل حدیث

رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص میری اُمت کے فائدے کے واسطے دین کے کام کی چالیس حدیثیں سنا دے گا اور حفظ کرے گا[1][2] خدا تعالیٰ اس کو قیامت کے دن عالموں اور شہیدوں کی جماعت میں اُٹھاوے گا اور فرمائے گا کہ جس دروازے سے چاہے جنت میں داخل ہو جاوے۔

عظیم الشان ثواب کے لئے سینکڑوں علمائے امت نے اپنے اپنے طرز میں چہل حدیث لکھیں جو مقبول و مفید عام ہوئیں۔

میری حیثیت اور حوصلہ سے بہت زیادہ تھا کہ اس میدان میں قدم رکھتا لیکن جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مختصر سوانح عمری "سیرت خاتم الانبیاء" اس غرض سے

---

[1] رواہ ابن عدی عن ابن عباس و ابن النجار ابی سعید کذا فی الجامع الصغیر ۱۲ منہ

[2] حفظ حدیث کے دو طریقے ہیں زبانی یاد کر کے لوگوں کو پہنچا دے یا لکھ کر شائع کر دے، اس لئے وعدہ حدیث میں وہ لوگ بھی داخل ہیں جو چہل حدیث طبع کرا کر شائع کرتے ہیں اس صورت میں چہل حدیث کا ہر نسخہ اس عظیم الشان ثواب کا مستحق بنا دیتا ہے اس قدر سہل الحصول اور عظیم الشان ثواب سے بھی اگر کوئی محروم رہے تو اس کی قسمت۔ سراج المنیر شرح جامع صغیر میں اس مضمون کو عبارتِ ذیل میں ادا کیا ہے فلو حفظ فی کتاب ثم نقل الی الناس دخل فی وعد الحدیث ولو کتبہا عشرین کتابا ۱۲ منہ

Marfat.com

لکھی کہ مبتدیوں اور عورتوں کو پڑھائی جائے تو مناسب معلوم ہوا کہ آخر میں کچھ احادیث کے مختصر جملے بھی درج کئے جائیں جن کو مبتدی بھی یاد کر سکیں۔

اس ذیل میں خیال آیا کہ پوری چالیس حدیثیں نقل کر دی جائیں تاکہ اس کے یاد کرنے والے چہل حدیث کے عظیم الشان ثواب کے بھی مستحق ہو جائیں، اور شاید ان کی برکت سے یہ سراپا گناہ بھی ان بزرگوں کے خدام میں شمار ہو جائے وما ذالک علی اللہ بعزیز ـــــــ

تنبیہہ:

(۱) یہ احادیث سب نہایت صحیح اور قوی، بخاری و مسلم کی حدیثیں ہیں۔

(۲) چونکہ آج کل عام طور پر مسلمانوں کی اخلاقی حالت زیادہ تباہ ہوتی جا رہی ہے اور بچپن میں تعلیم اخلاق موثر بھی زیادہ ہوتی ہے۔ اس لئے اکثر احادیث وہی درج کی ہیں جو اعلیٰ اخلاق اور تہذیب و تمدن کے زریں اصول ہیں۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(۱) اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ (بخاری و مسلم) ——— سارے عمل نیت[1] سے ہیں۔

(۲) حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَی الْمُسْلِمِ خَمْسٌ رَدُّ السَّلَامِ وَعِیَادَةُ الْمَرِیْضِ وَاتِّبَاعُ الْجَنَائِزِ وَاِجَابَةُ الدَّعْوَةِ وَتَشْمِیْتُ الْعَاطِسِ (بخاری و مسلم ترغیب) ——— مسلمان کے مسلمان پر پانچ حق ہیں۔ سلام کا جواب دینا۔ مریض کی مزاج پرسی کرنا۔ جنازہ کے ساتھ جانا۔ اس کی دعوت قبول کرنا۔ چھینک کا جواب یرحمك اللہ کہہ کر دینا۔

(۳) لَا یَرْحَمُ اللّٰهُ مَنْ لَّا یَرْحَمُ النَّاسَ (بخاری و مسلم) ——— اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم نہیں کرتا جو لوگوں پر رحم نہ کرے۔

(۴) لَا یَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَتَّاتٌ (بخاری و مسلم) ——— چغلخور جنت میں نہ جائے گا۔

(۵) لَا یَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَاطِعٌ (بخاری و مسلم) ——— رشتہ قطع کرنیوالا جنت میں نہ جائے گا۔

(۶) اَلظُّلْمُ ظُلُمَاتٌ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ (بخاری و مسلم) ——— ظلم قیامت کے روز اندھیروں کی صورت میں ہوگا۔

(۷) مَا اَسْفَلَ مِنَ الْکَعْبَیْنِ مِنَ الْاِزَارِ فِی النَّارِ (بخاری و مسلم) ——— ٹخنوں کا جو حصہ پائجامہ کے نیچے رہے گا وہ جہنم میں جائے گا۔

---

[1] یعنی اچھی نیت سے اچھے اور بری نیت سے برے ہو جاتے ہیں ۱۲ منہ

Marfat.com

(۸) اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِہٖ وَیَدِہٖ (بخاری مسلم) ـــــ مسلمان تو وہی ہے جس کی زبان اور ہاتھ کی ایذا سے مسلمان محفوظ رہیں۔

(۹) مَنْ یُحْرَمُ الرِّفْقَ یُحْرَمُ الْخَیْرَ کُلَّہٗ (بخاری و مسلم) ـــــ جو شخص نرم عادت سے محروم رہا وہ بھلائی سے محروم رہا۔

(۱۰) لَیْسَ الشَّدِیْدُ بِالصُّرْعَۃِ اِنَّمَا الشَّدِیْدُ الَّذِیْ یَمْلِکُ نَفْسَہٗ عِنْدَ الْغَضَبِ (بخاری و مسلم) ـــــ پہلوان وہ شخص نہیں جو لوگوں کو پچھاڑ دے بلکہ پہلوان وہی شخص ہے جو غصہ کے وقت اپنے نفس پر قابو رکھے۔

(۱۱) اِذَا لَمْ تَسْتَحْیِ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ (بخاری و مسلم) ـــــ جب تم حیاء[۱] نہ کرو تو جو چاہو کرو

(۱۲) اَحَبُّ الْاَعْمَالِ اِلَی اللّٰہِ اَدْوَمُھَا وَاِنْ قَلَّ (بخاری و مسلم) ـــــ اللہ کے نزدیک سب عملوں میں وہ زیادہ محبوب ہے جو دائمی ہو اگرچہ تھوڑا ہو۔

(۱۳) لَا تَدْخُلُ الْمَلٰٓئِکَۃُ بَیْتًا فِیْہِ کَلْبٌ اَوْ تَصَاوِیْرُ (بخاری و مسلم) ـــــ اس گھر میں رحمت کے فرشتے نہیں آتے جس میں کتا یا تصویریں ہوں

(۱۴) اِنَّ مِنْ اَحَبِّکُمْ اِلَیَّ اَحْسَنُکُمْ اَخْلَاقًا (بخاری و مسلم) ـــــ تم میں وہ شخص میرے نزدیک محبوب ہے جو زیادہ خلیق ہے

(۱۵) اَلدُّنْیَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّۃُ الْکَافِرِ (بخاری و مسلم) ـــــ دنیا مسلمان کے لئے قید خانہ اور کافر کے لئے جنت ہے

(۱۶) لَا یَحِلُّ لِمُؤْمِنٍ اَنْ یَّھْجُرَ اَخَاہُ فَوْقَ ثَلٰثِ لَیَالٍ (بخاری مسلم) ـــــ مسلمان کے لئے حلال نہیں کہ تین دن سے زیادہ اپنے مسلمان بھائی سے قطع تعلق رکھے۔

---

[۱] یعنی جب حیا ہی نہیں تو ساری برائیاں برابر ہیں ۱۲ منہ

(۱۷) لَا يُلْدَغُ الْمَرْءُ مِنْ جُحْرٍ وَّاحِدٍ مَّرَّتَيْنِ (بخاری ومسلم) ——— انسان کو ایک ہی سوراخ[1] سے دو مرتبہ نہیں ڈسا جا سکتا۔

(۱۸) اَلْغِنٰى غِنَى النَّفْسِ (بخاری ومسلم) ——— حقیقی غنا دل کا غنا ہوتا ہے

(۱۹) كُنْ فِي الدُّنْيَا كَاَنَّكَ غَرِيْبٌ اَوْ عَابِرُ سَبِيْلٍ (بخاری شریف) ——— دنیا میں ایسے رہو جیسے کوئی مسافر یا رہگذر[2] رہتا ہے۔

(۲۰) كَفٰى بِالْمَرْءِ كَذِبًا اَنْ يُّحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ (مسلم از مشکوٰۃ) ——— انسان کے جھوٹا ہونے کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ جو بات سنے (بغیر تحقیق کے) لوگوں سے بیان کرنا شروع کر دے۔

(۲۱) عَمُّ الرَّجُلِ صِنْوُ اَبِيْهِ (بخاری ومسلم) ——— آدمی کا چچا اس کے باپ کے مانند ہے۔

(۲۲) مَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ (بخاری ومسلم) ——— جو کسی مسلمان کے عیب چھپائے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کے عیب چھپائے گا۔

(۲۳) قَدْ اَفْلَحَ مَنْ اَسْلَمَ وَرُزِقَ كَفَافًا وَّقَنَّعَهُ اللّٰهُ بِمَا اٰتَاهُ (مسلم) ——— وہ شخص کامیاب ہے جو اسلام لایا اور جس کو بقدرِ کفایت رزق مل گیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی روزی پر قناعت دے دی۔

(۲۴) اَشَدُّ النَّاسِ عَذَابًا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ الْمُصَوِّرُوْنَ (بخاری ومسلم) ——— سب سے سخت عذاب میں قیامت کے روز تصویر بنانے والے ہوں گے۔

(۲۵) اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ (مسلم) ——— مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔

---

[1] یعنی جس سے ایک مرتبہ نقصان پہنچا ہے پھر دوبارہ اس کے پاس نہیں جاتا

[2] یعنی زیادہ ٹھاٹھ نہ بناؤ

(۲۶) لَا يُؤْمِنُ عَبْدٌ حَتّٰى يُحِبَّ لِاَخِيْهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهٖ (بخاری و مسلم)

——— کوئی بندہ اس وقت تک پورا مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک اپنے بھائی کے لئے وہی پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

(۲۷) لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ لَا يَاْمَنُ جَارُهٗ بَوَائِقَهٗ (مسلم) ———

وہ شخص جنت میں نہ جائے گا جس کا پڑوسی اس کی ایذاؤں سے محفوظ نہ رہے۔

(۲۸) اَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ (بخاری و مسلم) ———

میں آخری پیغمبر ہوں میرے بعد کوئی نبی پیدا نہ ہوگا۔

(۲۹) لَا تَقَاطَعُوْا وَلَا تَدَابَرُوْا وَلَا تَبَاغَضُوْا وَلَا تَحَاسَدُوْا وَكُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰهِ اِخْوَانًا (بخاری) ——— آپس میں قطع تعلق نہ کرو اور ایک دوسرے کے درپے نہ ہو اور آپس میں بغض نہ رکھو اور حسد نہ رکھو اور اے اللہ کے بندو سب بھائی بھائی ہو کر رہو

(۳۰) اِنَّ الْاِسْلَامَ يَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهٗ وَاِنَّ الْهِجْرَةَ تَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهَا وَاِنَّ الْحَجَّ يَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهٗ (مسلم مشکوٰۃ) ———

اسلام ان تمام گناہوں کو ڈھا دیتا ہے جو پہلے کئے تھے اور ہجرت اور حج ان تمام گناہوں کو ڈھا دیتے ہیں جو اس سے پہلے کئے تھے۔

(۳۱) اَلْكَبَائِرُ الْاِشْرَاكُ بِاللّٰهِ وَعُقُوْقُ الْوَالِدَيْنِ وَقَتْلُ النَّفْسِ وَشَهَادَةُ الزُّوْرِ (بخاری و مسلم از مشکوٰۃ) ——— کبیرہ گناہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا اور والدین کی نافرمانی کرنا اور کسی کو بے گناہ قتل کرنا اور جھوٹی شہادت دینا ہے

(۳۲) مَنْ نَفَّسَ عَنْ مُؤْمِنٍ كُرْبَةً مِّنْ كُرَبِ الدُّنْيَا نَفَّسَ اللّٰهُ عَنْهُ كُرْبًا مِّنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَمَنْ يَسَّرَ عَلٰى مُعْسِرٍ

Marfat.com

يَسَّرَ اللّٰهُ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاللّٰهُ فِي عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِي عَوْنِ اَخِيْهِ ــــــ جو شخص کسی مسلمان کو دنیاوی مصیبت سے چھڑائے، اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کی مصیبتوں سے چھڑا دے گا اور جو شخص کسی مفلس غریب پر (معاملہ میں) آسانی کرے، اللہ تعالیٰ اس پر دنیا و آخرت میں آسانی کرے گا۔ اور جو شخص کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کی پردہ پوشی کرے گا۔ اور جب تک بندہ اپنے مسلمان بھائی کی مدد میں لگا رہے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کی مدد میں لگا رہے گا۔ (مسلم از مشکوٰۃ)

(۳۳) اَبْغَضُ الرِّجَالِ عِنْدَ اللّٰهِ الْاَلَدُّ الْخَصِمُ (بخاری و مسلم) ــــــ اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ مبغوض جھگڑالو آدمی ہے۔

(۳۴) كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ (مسلم) ــــــ ہر ایک بدعت گمراہی ہے۔

(۳۵) اَلطُّهُوْرُ شَطْرُ الْاِيْمَانِ (مسلم) ــــــ پاک رہنا آدھا ایمان ہے۔

(۳۶) اَحَبُّ الْبِلَادِ اِلَى اللّٰهِ مَسَاجِدُهَا (مسلم) ــــــ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب جگہ مسجدیں ہیں۔

(۳۷) لَا تَتَّخِذُوا الْقُبُوْرَ مَسَاجِدَ (مسلم) ــــــ قبروں کو سجدہ گاہ نہ بناؤ۔

(۳۸) لَتُسَوُّنَّ صُفُوْفَكُمْ اَوْ لَيُخَالِفَنَّ اللّٰهُ بَيْنَ وُجُوْهِكُمْ (مسلم) ــــــ نماز میں اپنی صفوں کو سیدھا کرو ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے قلوب میں اختلاف ڈال دے گا۔

Marfat.com

(۳۹) مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ وَاحِدَۃً صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ عَشْرًا (مسلم)

جو مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے، اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ رحمت بھیجتا ہے۔

(۴۰) اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالْخَوَاتِیْمِ (مسلم) ــــــ سب اعمال کا اعتبار خاتمہ پر ہے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِ الْمَخْصُوْصِ بِجَوَامِعِ الْکَلِمِ وَخَوَاصِ الْحِکَمِ

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

العبد الضعیف محمد شفیع عفا اللہ عنہ ووفقہ لما یحب ویرضاہ

اشاعت اسلام کی اہمیت و ضرورت کے پیش نظر امید ہے کہ آپ اس کتاب کو خود مطالعہ کرنے کے بعد دوسروں کو بھی مستفید فرمائیں گے یا نزدیک کسی لائبریری میں دیدیں گے تاکہ زیادہ لوگ فائدہ حاصل کرسکیں۔

تاریخ اشاعت

۱۴۰۰ھ	۲۵۰۰۰
۱۴۰۲ھ	۱۰۰۰۰

باھتمام

اشرف پبلیکیشنز

اشرف منزل ۴۳۷/۵ - گارڈن ایسٹ - نزد سبیلہ چوک

کراچی نمبر ۵ - فون : ۷۶۴۸۸

سیرت خاتم الانبیاء

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مختصر مگر جامع سیرت مع تعیین صحیح عمر